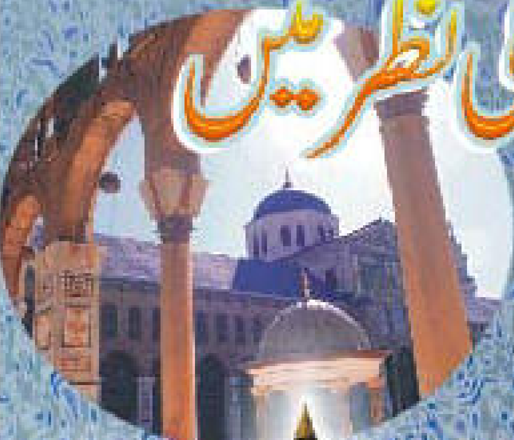


امام احمد رضا
"علمائے شام" کی نظر میں





ترتیب
خلیل احمد رانا



ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

امام احمد رضا علمائے شام کی نظر میں

تصنیفِ لطیف: خلیل احمد رانا

پیش کش:

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

برائے:

www.alahazratnetwork.org

نام کتاب : امام احمد رضا علمائے شام کی نظر میں

تصنیف لطیف : خلیل احمد رانا

ٹائٹل وویب لے آؤٹ : راؤ ریاض شاہد رضا قادری

پیش کش:

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org
E-mail: fikrealahazrat@yahoo.com

برائے :

www.alahazratnetwork.org

امام احمد رضا ''علمائے شام'' کی نظر میں

ترتیب۔ خلیل احمد رانا

بحمد اللہ حضرت شیخ امام احمد رضا قادری الہندی محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز کے علم وفضل کا شہرہ صرف برصغیر پاک و ہند ہی میں نہیں ہوا بلکہ عرب ممالک حجاز مقدس، عراق، مصر، شام، مراکش، فلسطین وغیرہ کے بڑے بڑے علماء ومشائخ نے بھی آپ سے عقیدت کا اظہار کیا، آپ کے علم وفضل کو تسلیم کیا اور آپ کو شاندار القاب سے یاد کیا، چنانچہ درج ذیل میں ان عرب ممالک میں سے ''ملک شام'' کے جید علماء کا تعارف اور امام احمد رضا قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ان کے تأثرات نقل کیے جاتے ہیں۔

شیخ امین السفرجلانی دمشقی رحمته الله علیه

حضرت علامہ شیخ امین بن محمد بن خلیل دمشقی حنفی الشہیر سفرجلانی رحمۃ اللہ علیہ دمشق میں پیدا ہوئے۔ علوم کثیرہ کے ماہر، عربی کے مشہور شاعر اور اجل عالم دین تھے۔ دمشق کی مشہور ''جامع السنجقدار'' کے امام اور اسی جامع میں درس دیا کرتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں ''القطوف الدانیه فی العلوم العثمانیه''، ''الکوکب الحثیث شرح درةالحدیث فی مصطلح الحدیث''، ''العقد الوحید شرح النظم الفرید فی علم التوحید''، ''المنظومته المزهیه فی الاصول الفقهیه'' اور ''عقود الاسانیدفی مصطلح الحدیث'' مشہور ہیں۔ ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء میں دمشق میں وفات پائی۔ [۱]

آپ نے امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''الدولة المکیه'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

''میں نے اہم کتاب (الدولتہ المکیہ) مطالعہ کی، یہ اہل ایمان کے عقائد کا خلاصہ ہے اور اہل سنت و جماعت کے مذہب کی مؤید ....رسالہ مذکورہ مؤلف

علامہ، مرشد فہامہ شیخ احمد رضا خاں ہندی کی عظمتِ شان پر گواہی دے رہا ہے، اللہ تعالیٰ آخرت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے تلے ان کو اور ہم کو جمع فرمائے، آمین (۱۴ رصفر ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء)۔ (ملخصاً) [۲]

شیخ محمد امین سوید دمشقی رحمتہ اللہ علیہ

علامہ، فقیہ، اصولی، صوفی کامل، امام لغت الشیخ محمد امین بن محمد الدمشقی المعروف ''سوید'' رحمتہ اللہ علیہ ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۵ء میں دمشق کے ایک تاجر اور زراعت پیشہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ اس وقت دس سال کی عمر میں تھے کہ آپ کے والد سفر حج میں انتقال کر گئے، آپ کے چچا نے آپ کی کفالت کی۔ تحصیل علم کے لئے آپ جن علمائے شام کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت شیخ عبدالغنی الغنیمی المیدانی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ یوسف السمارہ رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ ابوالفرج الخطیب رحمتہ اللہ علیہ، محدث شام علامہ شیخ بدرالدین الحسنی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء)، حضرت شیخ سلیم العطار رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ البکری العطار رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ الصوفی عیسیٰ الکردی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء)، حضرت شیخ الطیب رحمتہ اللہ علیہ۔

اس کے بعد آپ جامعہ ازھر (قاھرہ۔مصر) آ گئے اور پانچ سال تک یہاں کے علماء کی صحبت اختیار کی، تعلیم مکمل کر کے آپ دمشق لوٹ آئے اور ''جامع درویش پاشا'' میں فقہ حنفی کی تعلیم دینے لگے بعد میں اسی جامع میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ اسی دوران آپ نے ترکی، ہندوستان، ایران، بخارا، یمن اور دوسرے کئی ممالک کا دورہ کیا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران مملکت عثمانیہ نے آپ کو ''الکلیۃ الصلاحیتہ القدس الشریف (فلسطین)'' میں منصب قضاۃ اور مدرسین کی تربیت کے لئے متعین کیا، یہاں آپ بڑی دلجمعی سے کام کرتے رہے حتیٰ کہ انگریز حکومت نے مملکت عثمانیہ کے زوال کے باعث اختتام جنگ سے کچھ عرصہ قبل اس یونیورسٹی کو بند کر دیا۔ بایں وجہ آپ دمشق واپس آ گئے تو حکومت شام نے آپ کو سرکاری اداروں میں عربی زبان

کے تحفظ وفروغ کے اہم کام پر مامور کردیا، جس ادارہ میں آپ کام کرتے تھے اس کا نام ''المجمع العلمی العربی'' تھا۔

۱۹۲۳ء میں دمشق کے مشہور ادارہ ''معهد الحقوق العربی'' میں اصول فقہ کی تدریس آپ کو سونپی گئی۔ ۱۹۲۵ء میں چند ماہ لبنان میں قیام کیا، پھر اردن آگئے، یہاں سے ''دار المعلمین'' القدس شریف (بیت المقدس) میں تدریس کے لئے چلے گئے۔ ۱۹۲۸ء تا ۱۹۲۹ء مکہ مکرمہ میں تدریس پر مامور رہے، اس کے بعد آپ ہندوستان کے شہر ممبئی میں ''مدارس الفلاح'' کی تاسیس اور نگرانی کے کام پر مامور ہوئے، بالآخر آپ دمشق واپس آگئے، یہاں پر ''جامع مسجد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ'' اور محلہ القنوات میں واقع ''جامع التعدیل'' میں مستقل تین سال تک وعظ و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور اس ذمہ داری میں اپنی وفات سے قبل تین دن کے سوا کبھی ناغہ نہ کیا۔

حضرت شیخ امین سوید علیہ الرحمہ کا شمار دمشق کے کبار علماء میں ہوتا ہے، آپ کو علم اصول فقہ، توحید، تصوف، اسماء الرجال میں یکتائی حاصل تھی، آپ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی مشہور کتاب ''فتوحات مکیه'' کی عبارات کو بڑی عمدگی اور کلام بلیغ سے حل فرمایا کرتے تھے، آپ کو بہت سے مشائخ وعلماء نے اپنی اپنی اجازات سے سرفراز فرمایا، ان میں حضرت شیخ ابوالمحاسن محمد بن خلیل قاوقجی ازہری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۰۵ھ) اور حضرت شیخ ملا محمد فیضی البغدادی مفتی بغداد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نمایاں ہیں۔

شیخ امین سوید رحمتہ اللہ علیہ بہت بڑے عابد وزاہد، متواضع، شہرت سے متنفر انسان تھے، اولیاء کرام سے بہت عقیدت رکھتے تھے، اور مسافتیں طے کر کے ان کی زیارت گاہوں پر جانے کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ بلاد شام میں ''محافل صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے بانی عالم کبیر، ولی کامل حضرت شیخ عارف عثمان حنفی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۶۵ء) فرماتے ہیں کہ شیخ امین سوید علیہ الرحمہ ملک شام کے قطب تھے۔

آپ کے مشہور تلامذہ میں سے چند ایک یہ ہیں۔ شیخ ابوالخیر المید انی دمشقی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) فقیہ حنفی شیخ عبدالوہاب دبس وزیت دمشقی گیلانی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۹ء) شیخ محمد

الہاشمی المالکی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۱ء) السید الشیخ محمد المکی الکتانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء)، دارالفتویٰ بیروت کے امین خاص حضرت شیخ محمد العربی العزوزی الفاسی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یکم رجب المرجب ۱۳۳۳ھ کو سند اجازت عطا فرمائی۔ اس اجازت کی نقل درج ذیل ہے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے تمام کائنات کو اپنی وحدانیت سے آگاہ کیا اور تمام عوالم نے مختلف زبانوں میں جس کی الوہیت کی گواہی دی، اور درود وسلام تمام جہانوں کے سردار، منتخب جماعت اور جنتِ عدن کے حُسن کامل حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وجود کائنات کا مرکزی نقطہ اور ہر موجود کا سبب اعظم ہیں، نیز آپ کی آل اطہار اور اصحاب اخیار پر۔

بے شک میں نے اخی فی اللہ، مرد کامل، عالم باعمل، عمدۃ الفضلاء والنبلاء السید محمد العربی ابن السید محمد المھدی بن العلامہ، المحقق سیدی السید محمد العربی الزرھونی العزوزی الفاسی کو ان تمام علوم کی اجازت دی جن میں مجھے [illegible] کرنا درست ہے، نیز جن علوم کی نسبت میری طرف درست ہے، میں نے انہیں اجازت دی کہ وہ جس کو ان علوم کا اہل جانیں اسے اجازت دے سکتے ہیں، جس طرح میں نے اپنے مشائخ اعلام، عمدۃ مراجع الاسلام (جن کے تذکرے سے سند میں طوالت ہوگئی ان میں سے) سیدی العلامہ، ذوالفتح الاقدسی، العارف باللہ الشیخ محمد القاوقجی الطرابلسی، حاوی علی العلوم سیدی الشیخ محمد الطنطاوی، نیز جن کی شہرت وفضیلت اقطار عالم میں سورج کی شعاعوں کی طرح پھیلی، مفتی بغداد سیدی الشیخ محمد فیضی الزھاوی، جن کی سندیں اور ثبوت محتاج تعارف نہیں ہیں، اور یہ کہ میں انہیں اور خود کو اللہ عظیم کے تقویٰ وطاعت کی وصیت کرتا ہوں اور ہمیشہ ظاہر وباطن میں ذکر الٰہی کی تلقین کرتا ہوں، اور تمام احکام اسلامی کی بجا آوری کا حکم دیتا ہوں تاکہ یہ اخلاق عالیہ کے اعلیٰ زیور سے آراستہ ہوں اور اوصاف حمیدہ سے بلند مقام پر فائز ہوں اور یہ کہ انہیں اللہ تعالیٰ کبھی ایسے مقام پر نہ دیکھے جہاں

سے اس نے روکا ہے، اور کبھی اس مقام سے غائب نہ پائے جہاں جانے کا اس نے حکم فرمایا، اور اس بات کی بھی تلقین کرتا ہوں کہ یہ علوم دین اور آئمہ ھدیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کتب تعلیم وتدریس سے کبھی الگ نہ ہوں، اور یہ کہ مجھے اپنی جلوتوں، خلوتوں اور نیک دعاؤں میں کبھی نہ بھولیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کار خیر کی توفیق دے۔ اے اللہ! تو قبول فرما۔

یہ سند محتاج الی اللہ تعالیٰ محمد امین الشہیر سوید عفی عنہ نے یکم رجب المرجب ۱۳۳۲ھ کو لکھی۔

تصانیف میں ۱۔ تسھیل الحصول علی قواعد الاصول ۔

۲۔ رسالته فی نحو (یہ ایک مخطوطہ ہے اس کا ایک صفحہ ان قواعد وضوابط پر مشتمل ہے جو علم اصول فقہ میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، اس رسالہ میں ایک مقدمہ شامل ہے جو مبادیات علم کے ضروری مبحث پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ سات مقالات اور ایک اختتامیہ جو ان عقائد واخلاق کے بیان میں ہے جن کو اپنانے سے زہد و تصوف جیسی صفات کو جلا ملتی ہے۔

۳۔ علوم القرآن و الحدیث (یہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی کتاب ''الاتقان'' کا اختصار ہے)۔

۴۔ رساله فی تاریخ القدس ۔

۵۔ تلخیصات (اسے آپ نے ادارہ ''معهد الحقوق العربي'' کے زمانہ تدریس میں تصنیف کیا)۔

۲۰ رشوال ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء کو وصال فرمایا اور دمشق کے مشہور قبرستان ''باب الصغیر'' میں دفن ہوئے۔[۳]

آپ نے امام احمد رضا خاں حنفی قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب "الدولة المكيه" پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

''علامہ کبیر ، فهامهٔ شهیر ، محقق و مدقق کامل شیخ احمد رضا خان کی تالیف ''الدولة المكيه با لمادة الغيبيه ' ' مطالعہ کی، میں نے اسے ایک ایسا عظیم الشان سایہ دار درخت پایا جو اپنے دامن میں مذہب اسلام کا جوہر سمیٹے ہوئے ہے اور ایک چمن جو عقائد

اہل ایمان کا نچوڑ ہے۔

بے شک علم ذاتی محیط، اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے مخصوصین کو ایسے علم سے آگاہ کرنا جس سے وہ پہلے نا آشنا تھے، ایسی بات ہے جس کے جائز اور واقع ہونے میں کوئی شک نہیں، یہ علم ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر موقوف ہے، تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے علوم سے مطلع کیا جو آپ کے لئے خاص ہیں اور آپ کے سوا تمام مخلوقات ان سے نا آشنا ہے۔ (۱۶ر ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)"۔(ملخصاً)[۴]

علّامه شیخ سید محمد تاج الدین حسنی دمشقی رحمته الله علیه

(سابق صدر جمهوریه شام)

حضرت علامہ صوفی شیخ محمد تاج الدین بن محمد بدرالدین بن یوسف الحسنی المراکشی ثم الدمشقی رحمہما اللہ تعالیٰ علیہم ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء میں دمشق میں پیدا ہوئے اور اپنے والد ماجد کے زیر کفالت پرورش پائی، علوم دینیہ اپنے والد محترم محدث شام تاج العلماء علامہ شیخ بدرالدین حسنی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) [۵] اوران کے تلامذہ سے حاصل کئے۔ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء میں مدرسہ سلطانیہ دمشق میں علوم دینیہ کی تدریس کے لئے تقرر ہوا، اور مجلس اصلاح المدارس کے رکن بنے۔ عہد عثمانیہ میں شام کی پارلیمنٹ کے رکن رہے، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء میں "اخبار شرق" کے چیف ایڈیٹر بنے، فیصل (سربراہ شام) کے دور میں شام کی کانفرنس کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۰ء میں فیصل الملک نے محکمہ تعلیم کا ڈائریکٹر مقرر کیا، اوقاف وفتویٰ، شرعی عدالت اور حجازی خط کے دفاتر اس کے تحت تھے۔ ۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۳ء تک ملک شام کے عہدہ صدارت پر فائز رہے۔ دمشق میں پیر کے دن ۱۰ رمحرم الحرام ۱۳۶۲ھ/ ۱۷ر جنوری ۱۹۴۳ء کو وفات پائی۔[۶]

آپ نے امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ کی شہرہ آفاق کتاب "الدولۃ المکیہ" پر درج ذیل ایمان افروز تقریظ لکھی۔

'' ۱۳۳۱ھ میں جب دمشق سے مدینہ منورہ حاضر ہوا اور سید العالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ کی زیارت سے شرف یاب ہوا تو مجھے الدولۃ المکیہ کے مطالعہ کے لئے کہا گیا چنانچہ میں نے اس کتاب کو اس طرح مضطربانہ دیکھا جس طرح دوست دوست کو جدا ہوتے وقت دیکھتا ہے، میں نے اسے بے مثل پایا، اس کی صداقت بیانی اور استقامت نشانی روشن ہے...... ایسا کیوں نہ ہو کہ اس کتاب کے مؤلف بڑے صاحب فضل مولانا شیخ احمد رضا خاں ہیں جو اپنے ہم مثلوں میں بہترین اور قدر و منزلت والے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے اور ہم سب کو قیامت کے دن حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع فرمائے، آمین!

میں نے چند وجوہات کی کی وجہ سے تقریظ میں اختصار کو پیش نظر رکھا، پہلی بات تو کہ مؤلف کے اوصاف تفصیل وتطویل سے بے نیاز ہیں، دوسری بات یہ کہ میں دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہورہا ہوں ، آنکھیں اشکبار ہیں اور یہ تقریظ لکھ رہا ہوں ۔ (۹ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء) ملخصاً[۷]

شیخ محمد بن احمد رمضان شامی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد بن احمد رمضان الشامی المدنی الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے ممتاز ادیب تھے، آپ کے اشعار عوام میں زبان زد عام تھے۔ آپ کی تصانیف میں ''صفوۃ الادب'' . ''مختارات شعر و موشحات''. مناجات الحبیب فی الغزل والنسیب''.''شعری دیوان'' .''تنبیہ الانام فی ترتیب الطعام''اور ''مسامرۃ الادیب ''(یہ تصنیف آپ نے بروز جمعہ رجب ۱۳۴۰ھ میں مکمل کی) آپ کی تمام تصانیف طبع ہوچکی ہیں۔ ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کے بعد وفات پائی۔[۸]

آپ نے امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''الدولۃ المکیہ'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

''۱۳۳۱ھ میں جب زیارت کے ارادے سے مدینہ منورہ حاضر ہوا تو بعض فضلاء نے حضرت علامہ امام احمد رضا خاں ہندی کی تالیف الدولۃ المکیہ سے آگاہ کیا، میں نے یہ کتاب مطالعہ کی

اوراس کوحسن بیان اورپختگی برھان میں آفتاب کی مانند چمکتا پایا، یہ حقیقت صاحب بصیرت اہل دل اوراوراہل تقویٰ پر پوشیدہ نہیں۔علامہ موصوف نے خالق اورمخلوق کے علم کا عمدہ طریقے سے فرق بیان کردیا جوعین حق ہے...... اللہ تبارک وتعالیٰ مؤلف علامہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور علماء اہل سنت وجماعت کی تائید فرمائے اورہم کوان لوگوں میں کردے جوسن کراچھی باتوں پرعمل کرتے ہیں،آمین!''(ملخصاً)[۹]

شیخ محمد عطا ء اللہ آفندی الکسم حنفی دمشقی رحمتہ اللہ علیہ

بحرالعلوم مفتیٔ شام حضرت شیخ محمد عطاء اللہ بن ابراہیم بن یاسین الکسم علیہم الرحمہ ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء میں دمشق میں پیدا ہوئے،اگرچہ ان کے آباؤاجداد شام کے دوسرے شہر حمص چلے گئے تھے۔آپ نے فقہ حنفی کی تعلیم حضرت شیخ عبدالغنی میدانی دمشقی حنفی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۹۸ھ) مؤلف کتاب (شرح عقیدہ طحاویہ، کتاب اللباب فی شرح الکتاب، شرح قدوری، شروح ورسائل فی الصرف والتوحید وغیرہ) سے حاصل کی،آپ ہفتے میں دودن پاپیادہ سنگلاخ پہاڑی راستہ طے کرکے سبق پڑھنے کے لئے جاتے،ان کے علاوہ آپ نے شیخ عبدالحکیم افغانی قندھاری حنفی دمشقی (متوفی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)، شیخ عبداللہ سکری، شیخ احمد حلبی اورشیخ محمد طنطاوی علیہم الرحمہ سے بھی کسب فیض کیا۔حضرت شیخ سلیم العطار دمشقی رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت ۱۲۹۰ھ سے ان کی وفات ۱۳۰۷ھ تک مسلسل التزام کے ساتھ اختیار کی۔

شیخ الکسم علیہ الرحمہ نے ان مشائخ سے متعدداورادووظائف کی اجازتیں بھی حاصل کیں،شیخ ابراہیم ابو شامات علیہ الرحمہ سے''الصلوٰۃ الطبیۃ''(درودشفاء) کی اجازت حاصل کی،درودشفاء یہ ہے!

''اللھم صل علیٰ سیدنا محمد طِب القلوب و دوائھا ، و عافیۃ الابدان و شفائھا ، و نورالابصار و ضیائھا ، و علیٰ آلہٖ وصحبہٖ و سلم ''

آپ کے استادِ مکرم عبداللہ شیخ السکری رحمۃ اللہ علیہ نے "حدیث مصافحہ" کی اجازت مرحمت فرمائی جسے وہ شیخ سعید حلبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں، نیز اس کو آپ نے اپنی مشہور کتاب "ثبت" میں شیخ شاکر العقاد المالکی المصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۰۲ھ/ ۱۷۸۸ء) سے روایت کیا۔

حضرت شیخ سلیم العطار دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۰۷ھ) نے ۱۵ر ذی القعدہ ۱۳۰۴ھ کو اپنے جدِ امجد حضرت شیخ حامد رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۷۱ھ) کی روایات اور شیخ عبدالرحمٰن الکو بری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۶۲ھ) کی سندوں کی اجازت دی۔ حضرت شیخ الکسم علیہ الرحمہ، شیخ برھان السقا المصری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ حسن العدوی الحمزاوی المالکی المصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۰۳ھ) سے روایت بھی کرتے تھے۔

آپ نے اپنی زندگی میں عبادت گذاری اور خشیت الٰہی کا وافر حصہ پایا، اللہ رب العزت کے خوف سے بہت گریہ کناں رہتے، تلاوت قرآن مجید کثرت سے کرتے، آخری عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھتے، حج کے موقع پر شیخ حرم نبوی کی اجازت سے اپنے رفیق خاص شیخ عارف عثمان حنفی نقشبندی دمشقی علیہ الرحمہ (متوفی [illegible]ھ) کے ساتھ مسجد نبوی زاداللہ شرفھا میں کئی کئی طویل راتیں بحالت قیام شب بیداری کرتے۔ آپ نے تین بار حج کی سعادت پائی، اولیاء وصلحاء کے مزارات کی زیارت کرتے، خصوصاً حضرت شیخ ارسلان دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد پاک کی زیارت روزانہ دن میں تین بار کرنا آپ کا معمول تھا۔ آپ نے جب امامت وتدریس کا وظیفہ اپنایا تو سب سے پہلے اپنے گھر میں جو محلّہ عقیبہ میں حبشیوں کی ایک تنگ گلی میں تھا پڑھانا شروع کیا، پھر آپ جامع مسجد اموی کے قریب منتقل ہو گئے اور وہاں اپنے گھر میں پڑھاتے رہے، بعد میں محلّہ مئذنہ شرقیہ میں اپنی قائم کردہ مسجد میں، اس کے بعد "جامعہ یلبغا" میں، پھر جامع نورالدین شہید میں اور پھر مدرسہ "سمیساطیہ" دمشق میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے، ۱۹۱۸ء میں ملک فیصل کی حکومت نے آپ کو دمشق کے مشہور مدرسہ "المکتب العنبر" میں مفتیٔ شام کے منصب پر متعین کیا

۔

فتویٰ نویسی میں آپ نے بہت عمدہ مقام پایا اور اس میں دیانت وامانت کو اپنائے رکھا، آپ اعلیٰ اخلاق

اور اوصاف حمیدہ سے متصف پرہیز گار عالم دین تھے، ہمیشہ رضائے الٰہی کے جویاں رہے، امراء و حکام کو برابر نصیحت کرتے، حکومتوں اور سربراہان حکومت کے تغیر و تبدل کے باوجود انہیں ہدایت کرتے۔

حضرت شیخ عطاء آفندی علیہ الرحمہ طلباء کو پڑھانے میں بڑے حریص واقع ہوئے تھے، اپنے درس کے طلباء کو تفسیر، حدیث، فقہ، صرف، نحو، توحید، اصول و فرائض اور منطق جیسے مختلف علوم کی تعلیم دیتے، ہمیشہ کتاب کے اسباق کا مطالعہ کرکے پڑھاتے، دوران اسباق سلف صالحین، اولیائے کرام، اور خصوصاً اپنے مشائخ کے واقعات و مناقب بیان کرتے، آپ کے پڑھانے کا اسلوب یہ تھا کہ عبارت کی صرفی نحوی وجوہات بیان کرکے اس کی تحقیق کرتے پھر طلباء کے سامنے پڑھتے اس کے بعد آپ کے تلمیذ خاص شیخ عبدالوھاب دبس وزیت دمشقی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۶۹ء) اس کو دہراتے۔ جن کتب کا آپ درس دیتے تھے ان میں سے بعض یہ ہیں!

الدر مع حاشیه ابن عابدین. الاشباه والنظائر. ملتقی الابحر. الدرر شرح الغرر. شروح المنار. کشف الاسرار. الهداية. فتح القدير (شرح الهداية). تفسير البيضاوی. تفسير الصاوی. شرح [illegible] على الفية ابن مالک. حاشية الصبان على شرح الاشمونی. مغنی اللبيب عن كتب الاعاريب. السراجيه مع شرحها، وعليها حاشيه الفناری. الحكم العطائية. السلم لايسا غوجی. بعض شروح السلم. شرح المراة للازميری (فی اصول). شرح القطب على الشمسية.

آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

شیخ ابوالخیر میدانی، شیخ عارف الدوجی، شیخ عبدالوھاب دبس وزیت، شیخ عبدالرزاق الحفار، شیخ سعید حمزہ، شیخ عارف الجویجاتی، شیخ سعید البرھانی، شیخ عبالقادر الاسکندرانی، شیخ احمد القاسمی، شیخ شفیق الخولندی، شیخ عید الحلبی، شیخ عبدالجلیل الھفنسی، شیخ مصطفےٰ تقی الدین، شیخ عبدالحمید کیوان، شیخ صحی قوتلی، شیخ حمدی الاسطوانی السفر جلانی، شیخ سیف الدین الخانی، الستاذ خلیل مردم بک، الستاذ محمد سلیم الجندی، شیخ المقری عبداللہ المنجد۔

درس و تدریس میں مشغولیت کی وجہ سے آپ تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے، چند

تالیفات کے نام یہ ہیں۔ **فصل الخطاب فی المراۃ ووجوب الحجاب** (طبع فی دمشق)، **رسالۃ فی مصطلح الحدیث**(مخطوطہ)، **الدرر المنثورۃ فی الاوراد الماثورۃ، الاقوال المرضیۃ فی الرّدّ علی الوھابیۃ** (یہ دونوں کتابیں یکجا ۱۹۰۱ء میں مصر سے شائع ہوئیں، بحوالہ، فہرس دار الکتب المصریہ طبع ۱۹۲۴ء ج۱،ص۱۶۴)

شیخ عطاء الکسم آفندی ۱۰ / جمادی الاول ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء کو فوت ہوئے اور مفتیٔ دمشق شیخ اسماعیل الحایک کے مقبرہ واقع باب الصغیر میں حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی قبر پرانوار کے پیچھے دفن ہوئے۔[۱۰]

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ''الدولۃ المکیہ'' پر آپ نے درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

> ''کتاب دولت مکیہ مطالعہ کی، یہ سیدھی راہ دکھانے والی ہے اور قرآن وحدیث واقوال صحیحہ پر مشتمل ہے، مؤلفِ علاّمہ حضرت شیخ احمد رضا خاں کو اللہ تعالیٰ خوب خوب نوازے اور ان کا فیض عوام وخواص پر ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے، انہوں نے اچھی تحقیق کرکے عوام کو فائدہ پہنچایا ہے، اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہماری اور ان کی مدد فرمائے اور حسنِ خاتمہ فرمائے، آمین!'' (ملخصاً)

(ربیع الاوّل ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء)[۱۱]

شیخ محمد بن علی آفندی الحکیم دمشقی

رحمتہ اللہ علیہ

شیخ محمد بن علی بن سعید الشہیر الحکیم رحمتہ اللہ علیہ تیرھویں صدی کی آخری تہائی میں دمشق (شام) میں پیدا ہوئے، آپ کا خاندان علم طب وحکمت میں بہت مشہور تھا، آپ کے والد ماجد اور جد امجد طب قدیم کے شعبہ سے وابستہ اور ماہر تھے، ان بزرگوں کی نسبت سے آپ کا لقب بھی ''حکیم'' مشہور ہوگیا، طلب علم کے لئے حضرت شیخ

طاہر الجزائری رحمتہ اللہ علیہ، محدث کبیر شیخ بدرالدین حسنی دمشقی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) اور شیخ محمد طیّب رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء) وغیرھم کی صحبت اختیار کی، تحصیل علم کے بعد طریقہ شاذلیہ سے نسبت کی۔

حضرت شیخ الحکیم علیہ الرحمہ نے علم لغت، ادب، انشا پردازی، صرف، نحو، منطق اور علوم عصریہ میں کمال حاصل کیا، دمشق کے مشہور مدرسہ ''الریحانیہ'' میں تدریس کے لئے مقرر ہوئے، تعلیم و تربیت کے اسلوب اور عمدہ طریقہ سے اسباق کی شرح میں منفرد مقام رکھتے تھے، مدرسہ ریحانیہ سے علماء و مشائخ کی ایسی پُرنور جماعت اُٹھی جو کتابِ زمانہ کے مشاہیر میں شمار ہوئے، آپ نے اس مدرسہ کے طلباء کے اذہان و عقول کی خوب آبیاری کی اور انہیں اخلاق فاضلہ کے زیور سے آراستہ کیا، آپ عظیم صاحبِ طرز ادیب اور زمانے کے صلحاء میں سے ایک مربی، حکیم، صابر و شاکر عالم تھے، تصانیف میں ''**نفحة الروض البليل في رحلة القدس والخليل**''. ''**منظومة في وصف قريتي منين والذبداني**'' (۱۳۱۱ھ) مشہور ہیں۔ ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء میں دمشق میں وفات پائی۔ [۱۲]

آپ نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ''الدولۃ المکیہ'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

> ''باغ و بہار، بے مثل کتاب الدولۃ المکیہ کے مطالعہ سے محظوظ ہوا، میری معرفت میں اضافہ اور میرے قلب میں پختگی پیدا ہوئی، یہ کتاب مؤلف علاّمہ کے معارف نقلیہ و عقلیہ اور شریعت محمدیہ کے لئے ان کی غیرت پر گواہ ہے، اللہ تعالیٰ اسلام میں ان جیسے علماء بکثرت پیدا کرے جو ہدایت و ارشاد کے لئے آفتاب بن کر چمکیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علاّمہ احمد رضا خاں کو اپنی عنایت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل رہتی دنیا تک سچائی پر قائم رکھے اور یہ باطل کو مٹاتے رہیں اور حق کو ثابت کرتے رہیں، آمین!'' (ملخصاً) (۱۷/ صفر ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء) [۱۳]

شیخ عبدالحمید البکری العطار الشافعی الدمشقی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ عبدالحمید بن محمد ادیب البکری العطار الشافعی رحمتہ اللہ علیہ دمشق کے مشہور علماء میں سے تھے، (حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد عرب میں بکری اور ہند میں صدیقی کہلاتی ہے) ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء میں دمشق میں وفات پائی اور مقبرہ الدحداح میں شیخ البکری العطار رحمتہ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے قریب دفن ہوئے۔[۱۴]

آپ نے امام احمد رضا قادری رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ''الدولتہ المکیہ'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

''میں ماہ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ میں سیدالموجودات، اشرف المخلوقات کے دربار میں بقصد زیارت حاضر ہوا تو مجھے حرم شریف کے خدمت گار حضرت علامہ احمد الخطیب طرابلسی نے رسالہ (الدولتہ المکیہ) مطالعہ کرایا، اس رسالے میں مشاہیر علمائے ہند میں سے ایک عالم حضرت علّامہ مدقق ومحقق، مولیٰ الہمام احمد رضا خاں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض خصائل وفضائل واضح طور پر بیان فرمائے ہیں جن میں اہل سنت وجماعت کا کوئی اختلاف نہیں، اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کا صلہ عطا فرمائے اور اس کے نفع کو عام فرمائے۔آمین!'' (ملخصاً) [۱۵]

شیخ محمد عارف بن محی الدین بن احمد الشہیر با لمحملجی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد عارف بن محی الدین بن احمد الشہیر المحملجی رحمتہ اللہ علیہ ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں دمشق میں پیدا ہوئے، آپ بلند پایہ ادیب اور عظیم فاضل تھے، آپ کا خاندان ''المحملجی'' کے لقب سے مشہور تھا، کیونکہ سفر حج کے موقع پر شام کا محملی (ریشمی) لباس پہننا ان کا معمول تھا اور ان کا یہ معمول دولت عثمانیہ سے پہلے کا تھا، آپ نے محدّث کبیر شیخ بدرالدین حسنی شامی علیہ الرحمہ سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کی اور ان

سے روایت بھی کرتے تھے، آپ اپنے ہم عصر علماء میں حفظِ حدیث کی وجہ سے ممتاز تھے اور دمشق کے یکتائے زمانہ شاعر و ماہر فاضل علم حدیث تھے، نہایت پرہیز گار اور قول کے سچے تھے۔ آپ نے کثیر تعداد میں مداح نبویہ لکھے۔ آپ نے عالم شباب ہی میں ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء میں وفات پائی۔ [۱۶]

آپ نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ''الدولۃ المکیہ'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

> ''علامہ شہیر شیخ احمد رضا خاں کی تالیف کردہ کتاب الدولۃ المکیہ کی بعض عبارات کو دیکھا، یہ اپنے موضوع پر کافی اور جامع ہے، اس میں اہل حق کے مطابق عقائد کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ مؤلف کو بہتر بدلہ عطا فرمائے، ان کا کلام ان کے کمالِ علم پر دلالت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے علوم سے ہم کو متفع فرمائے، آمین!'' (ملخصاً)

(رمضان المبارک

۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۰ء) [۱۷]

شیخ محمد سعید القاسمی الدمشقی

رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد سعید بن قاسم بن صالح بن اسماعیل بن ابن ابی بکر دمشقی الشہیر القاسمی، الحلاق رحمتہ اللہ علیہ ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۴۳ء میں دمشق (شام) میں پیدا ہوئے، ابتدائی تربیت والدہ ماجدہ نے کی، مشائخ دمشق سے علوم دینیہ حاصل کئے، آپ شام کے مشہور شاعر، ادیب، مورّخ، فقیہ اور عالم و فاضل تھے، ''جامع حسان'' دمشق کے امام وخطیب تھے، کثیر تعداد میں طلباء آپ سے متفع ہوئے، تصانیف میں ''بدائع الغرف فی الصناعات والحرف' '(آپ نے اس کتاب میں حرفِ ''سین'' تک لکھا تھا آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے شیخ جمال الدین قاسمی نے اسے مکمل کیا)۔ ''تنقیح الحوادث الیومیہ للبدیری'' . ''سفینتہ الفرج فیما

هب ودب". الشغر الباسم' ۔ ''شعری دیوان، بیت القصید'' مشہور ہیں۔ ۱۳۳۵ھ ۱۹۱۵ء میں دمشق میں وفات پائی۔ [۱۸]

تاریخ علماء دمشق میں سن وفات ۱۳۳۵ھ اور ۱۳۳۷ھ لکھا ہے، معجم المولفین از عمر رضا کحالہ اور الاعلام از خیرالدین زرکلی میں تاریخ وفات ۱۳۱۷ھ/ ۱۹۰۰ء لکھی ہے جو کہ درست نہیں۔

آپ نے امام احمد رضا خاں محدّث بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ''الدولتہ المکیہ'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

''عالم وعامل، فاضل وکامل حضرت شیخ احمد رضا خاں کی تالیف الدولتہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ مطالعہ کی، یہ اپنے موضوع پر فیصلہ کن بات ہے اور حکمت سے معمور ہے، مؤلف قابل مبارک باد ہیں کہ ان مباحث میں غور وفکر کے بعد گروہِ باطل کے جمع کردہ دلائل کو پارہ پارہ کردیا، یہ عین حق ہے کیونکہ مؤلفِ کتاب فضائل وکمالات کے ایسے جامع ہیں جن کے سامنے بڑے سے بڑا ہیچ ہے، وہ فضل کے باپ اور بیٹے ہیں ان کی فضیلت کا یقین، دشمن و دوست دونوں کو ہے، ان کا علمی مقام بہت بلند ہے، ان کی مثال لوگوں میں بہت کم ہے، اللہ تعالیٰ ان کی حیات سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور ہم کو اور ان کو، ان کی برکات سے سرفراز فرمائے، آمین!''
(ملخصاً)

(۲؍رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء) [۱۹]

شیخ مصطفےٰ بن احمد آفندی الشطی الحنبلی الدمشقی رحمتہ اللہ علیہ

مفتیٔ الحنابلہ، صوفی کامل حضرت شیخ مصطفےٰ بن احمد بن حسن بن عمر بن معروف الشطی الحنبلی رحمتہ اللہ علیہ ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۵ء میں دمشق میں پیدا ہوئے، والد ماجد اور عم محترم کی نگرانی میں پروان چڑھے، شیخ احمد قدومی

رحمتہ اللہ علیہ سے قرآن کریم پڑھا، حضرت شیخ سلیم دمشقی رحمتہ اللہ علیہ سے مدرسہ الباذرائیہ میں خوش خطی کی تربیت لی، علم فقہ اور علم فرائض اپنے والد ماجد اور چچا محترم سے پڑھا، علم صرف اور علم نحو شیخ سلیم العطار دمشقی علیہ الرحمہ اور شیخ البکری العطار دمشقی علیہ الرحمہ سے حاصل کیے، عمومی اسباق اور موقوف علیہ کی کتب کی تعلیم کے لئے محدّث کبیر شیخ بدرالدین الحسنی دمشقی علیہ الرحمہ کے حلقہ درس میں شریک ہوئے، ۱۲۹۴ھ تک مدرسہ الباذرائیہ میں منصب خطابت پر فائز رہے، ۱۳۰۰ھ تک محکمہ بزوریہ میں کاتب کی حیثیت سے کام کیا، ۱۳۰۵ھ میں حضرت شیخ محمد الدندراوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر تصوف کی تعلیم حاصل کی اور شام میں آپ کے خلیفہ مجاز نامزد ہوئے، ۱۳۱۶ھ میں والد ماجد کی وفات کے بعد کچھ مدت محکمہ بلدیات میں کام کیا، ۱۳۱۹ھ تک مدرسہ الباذرائیہ میں اپنے شیخ طریقت کے حکم سے مجلس ذکر منعقد کی، ۱۳۲۷ھ میں دوماہ کے لئے دارالقضاء میں تدریس فرائض سرانجام دیئے، ۱۳۳۱ھ میں اسی جگہ مفتی کے منصب پر فائز ہوئے، اس ذمہ داری کو تاحیات نبھایا، ۱۳۰۵ھ اور ۱۳۰۸ھ میں دومرتبہ سفرحج کیا۔

آپ کی تصانیف میں ایک رسالہ [illegible] نجدی کی تحریک کے ردّ میں ہے، آپ نے اس رسالہ کا اختتام بحث تصوف سے کیا، یہ رسالہ ۱۳۲۰ھ میں بیروت (لبنان) سے طبع ہوا۔ آپ فقیہ، محدّث، صاحبِ فضیلت اور نرم وشیریں گفتار رکھتے تھے۔ ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء دمشق میں وفات پائی۔ [۲۰]

آپ نے امام احمد رضا خاں محدّث بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ''الدولتہ المکیہ'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

> ''حضرت مؤلفِ علامہ نے جو کچھ لکھا ہے، حق وصحیح ہے، اس سے جناب مؤلف کی وسعت علمی اور فضل وکمال کا ثبوت ملتا ہے فجزاہ اللہ تعالیٰ خیرالجزاء۔ اس امت میں علامہ جیسے فرد کا پایا جانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس پر ہم اُس کی حمد بیان کرتے ہیں۔'' (ملخصاً)[۲۱]

شیخ محمود عطار حنفی دمشقی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ محمود بن رشید عطار حنفی دمشقی رحمتہ اللہ علیہ ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۷ء میں دمشق پیدا ہوئے، اپنے والد ماجد

سے قرآن کریم حفظ کیا، شیخ محمد حطامی نابلسی علیہ الرحمہ، شیخ سلیم عطار علیہ الرحمہ، شیخ بکری عطار علیہ الرحمہ، شیخ محمد خانی علیہ الرحمہ اور شیخ محمد عطار علیہ الرحمہ سے علم صرف، نحو، منطق، بلاغت وغیرہ کا درس لیا۔ فقہ، اصول فقہ، توحید، تفسیر اور حدیث کا درس شیخ عبدالحکیم افغانی علیہ الرحمہ سے لیا، تقریباً چالیس سال تک امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور مدرسہ دارالحدیث الاشرفیہ دمشق میں محدث شام استاذ شیخ بدرالدین حسنی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے حدیث، اصولِ حدیث، بلاغت، نحو اور منطق کا درس لیا۔ ان کے علاوہ شیخ عبدالرحمٰن بحراوی مصری علیہ الرحمہ، شیخ سلیم بشری (شیخ الازہر) علیہ الرحمہ، شیخ احمد ابوخطوہ مصری علیہ الرحمہ، شیخ احمد بخیت مطیعی مصری علیہ الرحمہ مفتی مصر (متوفی ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء)، شیخ محمد اشمونی علیہ الرحمہ سے سندیں حاصل کیں۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور ہندوستان کے علماء نے بھی اسناد عطا فرمائیں۔

شیخ بدرالدین حسنی علیہ الرحمہ کے کمرے سے متصل ایک کمرے میں عرصہ دراز تک قیام کیا اور ان کے دارالحدیث میں درس حدیث دیا، پھر اردن کے کرک نامی علاقے کے محلّہ طفیلیہ میں مفتی مقرر ہوئے، پھر جدہ کے مدرسۃ الفلاح میں تقرری ہوئی، پھر [illegible] (ہندوستان) میں مدرس مقرر ہوئے، جامع مسجد اموی دمشق میں بھی مدرس مقرر ہوئے جہاں ہر روز بعد نماز ظہر مسائل شرعیہ بیان کرتے، ان کا ایک حلقہ درس محلّہ کفرسوسیہ دمشق میں بھی ہوا کرتا تھا، آپ نے دمشق کے جنوب میں واقع القدم نامی علاقے میں بھی ایک حلقہ درس قائم کیا جسے مجلس الخمیس کا نام دیا گیا جہاں آپ نے کثیر شاگردوں کی تعلیم و تربیت کی، یہ علمی مجلس تقریباً صبح نو بجے شروع ہوتی جس میں عمائدین شہر اور علماء کرام حاضر ہوتے، اس علمی مجلس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے شروع ہوتا، پھر بخاری شریف اور مسلم شریف کا درس ہوتا، جس میں حدیث کی سند اور شرح بیان فرماتے، خصوصی طور پر امام قسطلانی اور امام نووی کی شرح پر گفتگو ہوتی، اور مجلس کا اختتام سورۂ یٰسین کی اجتماعی تلاوت کے ساتھ ہوتا۔

شیخ محمود عطار علیہ الرحمہ پوری زندگی تدریس سے وابستہ رہے، حتیٰ کہ بیماری کی حالت میں بھی پڑھانا ترک نہیں کیا، درس و تدریس کا عمل اپنی وفات سے ایک ہفتہ پہلے چھوڑا۔ بہت سے شاگردوں نے آپ سے

اکتساب علم کیا، چند تلامذہ کے نام یہ ہیں۔ شیخ ابوالخیر میدانی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء)، شیخ ابراہیم غلاینی علیہ الرحمہ، شیخ عبدالوہاب دبس وزیت علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۶۹ء)، شیخ محمد سعید البرھانی علیہ الرحمہ، شیخ تاج الدین حسنی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء)، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ حلبی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء)۔

آپ کی دو تالیفات کا علم ہو سکا، ۱۔ ترجمہ شیخ بدر الدین حسنی، (مخطوطہ دمشق کی لائبریری ''المکتبۃ الظاہریہ'' میں محفوظ ہے) ۲۔ استحباب القیام عند ذکر ولادت علیہ الصلوٰۃ و السلام، (یہ مفصل مقالہ رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کے فتویٰ کی تردید میں ہے، یہ مقالہ پہلے ماہنامہ ''الحقائق'' دمشق ، شمارہ محرم ۱۳۳۰ھ میں صفحہ ۲۰۱ تا ۲۱۲ پر شائع ہوا، کتابی صورت میں تازہ ایڈیشن ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء میں دمشق شام سے شائع ہوا۔ اردو ایڈیشن رضا اکیڈمی لاہور نے جون ۲۰۰۱ء میں شائع کیا۔

۲۰ر شوال ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۶ء میں وفات پائی اور باب الصغیر دمشق کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ شیخ محمد بن عبداللہ آلِ رشید نے اپنی مرتبہ کتاب ''محدث شام العلامہ السید بدر الدین الحسنی رحمہ اللہ تعالیٰ'' مطبوعہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض (سعودی عرب) ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء ص ۱۳ پر سن وفات ۱۳۶۲ھ لکھا ہے۔

آپ کی وفات پر بڑے بلیغ انداز میں مرثیئے کہے گئے، ان میں سب سے خوبصورت بات الاستاذ احمد مظہر اور شیخ محمد بہجت البیطار نے کہی، انہوں نے اپنی گفتگو میں کہا! اے شیخ محمود اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، دمشق کے علماء آپ کے شاگرد ہیں یا آپ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ [۲۲]

آپ نے امام احمد رضا محدّث بریلوی قدس سرہٗ کی کتاب ''الدولۃ المکیہ'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

> ''میں نے اس اہم رسالے کو مختصر وقت میں دیکھا، یہ مؤلف علامہ کی تحقیق و تدقیق کی شہادت کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی گواہ ہے کہ مؤلف اہل سنت و جماعت میں سے ہیں۔ آپ نے اپنے رسالے میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم غیبیہ عطائیہ حاصل ہیں، اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ علم غیب جس تک مخلوق کی رسائی ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس پر

مطلع فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اہل سنت وجماعت کے مذہب کی تائید کے لئے آپ جیسے حضرات بکثرت پیدا کرے، آمین!'' (ملخصاً)[۲۳]

شیخ محمد یحییٰ القلعی النقشبندی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ یحییٰ بن رشید بن نجیب القلعی حنفی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ دولت عثمانیہ (ترکی) کے لشکر میں شامل تھے، جب آپ نے دارالافتاء کا منصب سنبھالا تو جیش عثمانی میں شمولیت کی وجہ سے بہت سے علاقوں اور شہروں کا دورہ کرتے رہے، آپ عظیم فقیہ تھے، سلف صالحین کے طرز زندگی اور تعلیمات تصوف کی طرف مائل تھے، آپ کی تصانیف میں ''خطبہ فی الحث علی مساعدۃ المجاھدین'' مشہور ہے، آپ نے ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں وفات پائی، (تاریخ علماء دمشق)، علامہ شطّی کی کتاب ''اعیان دمشق'' کے مطابق آپ کی وفات ۱۳۲۷ھ میں ہوئی، عمر

رضا کحالہ نے ''معجم المئولفین'' میں سن وفات ۱۳۳۸ھ لکھا ہے۔[۲۴]

آپ نے امام احمد رضا خاں محدّث بریلوی قدس سرہٗ کی کتاب ''الدولۃ المکیہ'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم عطا فرمائے اور تمام پوشیدہ رازوں سے آگاہ فرمایا، ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ساری مخلوقات تک اللہ تعالیٰ کا علم پہنچانے کے لئے آپ واسطہ عظمیٰ ہیں، اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کو معرفت حاصل ہو، جاہل کو کیا پتا!......اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں ان کے ساتھ قیامت کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے تلے جمع فرمائے، آمین!'' (ملخصاً)

(۲۱ رصفر ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء) [۲۵]

شیخ محمد یحیٰ المکتبی الحسنی الحنفی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

ممتاز عالم، فاضل اجل شیخ محمد یحیٰ بن احمد بن یاسین بن حامد مکتبی حنفی دمشقی المعروف شیخ زمیتا رحمۃ اللہ علیہ دمشق کے علاقہ الشاغور میں ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے، آپ کے والد فقہ حنفی کے ممتاز فقیہ اور معروف عابد تھے، جامع مسجد السروجی میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے، وہ ہر سال رجب، شعبان اور رمضان کے مقدس مہینوں میں معتکف رہتے تھے، تقویٰ وورع اور امور دینیہ میں ثابت قدمی کی وجہ سے ''زمیّتا'' کے لقب سے مشہور ہوئے، ''زمیتا'' کے معنی ہیں ''**العالم المتمسک** '' (یعنی ایسا عالم جو امور دینیہ اور اپنی صحیح رائے پر نہایت مستقل مزاجی سے کاربند ہو۔**المعجم الوسیط**، ج ا،ص ۴۰۰۔ یہ کلمہ ''تزمّت'' یعنی **توقر وتشدد فی دینہ اوررأیہ** سے لیا گیا ہے۔**المعجم الوسیط**) شیخ یحییٰ کے والد ماجد نے سات شادیاں کیں لیکن اولاد نرینہ سے محروم رہے، تا آنکہ انہوں نے جب آخری شادی کی تو خواب میں حضرت یحیٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی، آپ نے ان کو بیٹے کی بشارت دی اور فرمایا کہ اس کا نام ''یحیٰ'' رکھنا، جب آپ بیدار ہوئے تو نہایت خوش تھے اور اسی وقت اپنی کنیت ''ابو یحیٰ'' کر لی، شیخ یحیٰ مکتبی جب ... برس کے ہوئے تو آپ کے والد ماجد انتقال کر گئے اور جب پندرہ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں، ان حالات میں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد آپ نے غلّے کی تجارت شروع کی جس سے ان کے لئے وسعت رزق کے دروازے کھل گئے، حتیٰ کہ آپ نے گندم کی خرید وفرخت کے لئے منڈی بنالی۔

ان تجارتی مصروفیات کے باوجود آپ علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے بے حد محبت کرتے، خصوصاً شیخ رشید جبال رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں رہتے، ایک مرتبہ لوگوں سے محدّث کبیر شیخ بدرالدین حسنی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر سنا تو وہاں جانے کا شوق پیدا ہوا، گھوڑے پر سوار ہو کر جامع اموی پہنچے، غلام ساتھ تھا اُسے مسجد کے باہر گھوڑے کے پاس چھوڑا اور باوجود شدید ازدہام کے لوگوں میں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں شیخ کے سامنے پہنچ گئے۔

شیخ بدرالدین علیہ الرحمہ نے ان کو دیکھتے ہی موضوع کا رخ بدل دیا اور تجارت کے متعلق گفتگو شروع

کردی، ناپ تول کی کمی بیشی، تجارتی لین دین میں کھوٹ پر ایسا مفصل کلام فرمایا کہ آپ حیران وششدر رہ گئے اور دل شیخ کی عقیدت سے لبریز ہوگیا، واپسی پر شیخ رشید جبال علیہ الرحمہ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کو دیکھ کر فرمایا ! یہی تمہاری منزل ہے لہذا جلدی کرو، نیز فرمایا ! جب علماء سواریوں پر سوار ہوں تو ہمارے امام بدرالدین تیز رفتار براق پر سوار ہوتے ہیں اور یاد رکھو کہ اس وقت اس آسمان کے نیچے ان سے بہتر کوئی نہیں۔

شیخ یحیٰی مکتبی یہ سنتے ہی کوئی بات کئے بغیر چلے گئے اور جا کر اپنے غلام کو آزاد کر دیا، بہت فیاضی کی اور انہیں کاروبار میں شراکت دار بنالیا، پھر شیخ بدرالدین علیہ الرحمہ کے پاس دارالحدیث میں حاضر ہوگئے، شیخ نے دیکھ کر فرمایا! یحیٰی تم نے دیر کردی، بہرحال دیر آید درست آید، آپ نے عرض کی حضور! میں اپنا کام مکمل کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا ہوں، حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے آپ کو مرحبا کہا اور اپنا خرقہ خاص پہنایا اور اپنے حجرہ کے پہلو میں ایک حجرہ دے دیا، شیخ یحیٰی نے بڑی پختگی سے شیخ کی صحبت کو اپنایا، یہاں تک کہ آپ شیخ کے معتمد خاص ہوگئے، لوگ آپ سے ہی مشاورت کرتے کیونکہ آپ کی رائے شیخ کی رائے کے مطابق سمجھی جاتی، آپ پختگی سے شیخ کی صحبت میں رہے اور شیخ کی وجہ سے آپ کے درجے بلند ہو گئے۔

شیخ مکتبی بڑے حلیم الطبع، بردبار، معاملہ فہم، صائب الرائے اور معاملاتِ زندگی میں صاحبِ بصیرت انسان تھے، آپ کے اساتذہ نے جب بھی کوئی خدمت آپ کے ذمہ لگائی تو آپ نے اسے احسن طریقے سے نبھایا، آپ صاحب دل اور منتخب لوگوں میں سے تھے، طلباء پر بے حد شفیق اور علماء کے ساتھ ہمیشہ محبت سے پیش آتے، کبھی کسی پر ناگواری کا اظہار نہ کرتے اور ہمیشہ لوگوں سے خیرخواہی کی کوشش کرتے۔

شیخ یحیٰی مکتبی نے ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۸ء میں دمشق میں وفات پائی، آپ نے وصیت کی تھی کہ انہیں ان کے والد کی قبر کے پہلو میں دفن کیا جائے اور اگر میرے شیخ کے اہل کوئی اور رائے دیں تو اس پر عمل کیا جائے، چنانچہ آپ کو حضرت شیخ بدرالدین علیہ الرحمہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔[۲۶]

آپ نے امام احمد رضا خاں محدّث بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ''الدولتہ المکیہ' ' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

''مجاور مدینۃ النبی، استاد محترم مولوی شیخ کریم اللہ کی وساطت علامہ محقق شیخ احمد رضا خاں کی تالیف الدولۃ المکیہ کے مطالعہ سے مشرف ہوا، میں نے اس رسالے کو عقائدِ سلف کے مطابق پایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غیوب کے متعلق خبر دینا آپ کی دوسری تمام نشانیوں اور معجزات کی طرح ہے، ابن تیمیہ نے بھی ابواب الصحیح میں ان کا ذکر کیا ہے، کوئی اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ولیوں میں سے کسی کو غیب پر مطلع نہیں کیا کیونکہ قرآن کریم ایسے واقعات سے بھرا ہوا ہے، مثلاً حضرت موسیٰ و حضرت خضر کا واقعہ، اور تو اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے واقعات اور ہمارے زمانے میں ہمارے استاد شیخ محمد بدرالدین محدث سے بھی ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے جو اخبار غیبیہ سے متعلق ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اور مسلمانوں کے قلوب کو منور فرمائے اور ہم تمام لوگوں کو ان باتوں کی توفیق عطا فرمائے جن میں اس کی اور اس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہو، آمین!''

(۲۲ر صفر ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء)

[۲۷]

شیخ عبدالفتاح ابو غُدّہ الحلبی الشامی الحنفی النقشبندی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ عبدالفتاح بن محمد بن بشیر ابو غدہ حلبی حنفی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء میں شام کے شہر حلب میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد عالم دین تھے اور کپڑے کی تجارت کرتے تھے، پورا گھرانہ علم وتقویٰ کیا علیٰ مثال تھا، آپ کا شجرہ نسب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ گویا آپ قریش کے معروف خاندان بنو مخزوم میں سے تھے۔

آپ نے ابتدائی اور ثانوی تعلیم ''مدرسہ خسرویہ'' حلب میں ۱۹۴۲ء تک تعلیم مکمل کی، حلب میں آپ نے

جن اساتذہ سے پڑھا ان کے نام یہ ہیں، شیخ محمد راغب الطباخ، شیخ عیسیٰ البیانونی، شیخ ابوالنصر خلف، شیخ احمد الکردی، دمشق میں جن اساتذہ سے پڑھا ان کے نام یہ ہیں، شیخ محمود العطار (متوفی ۱۳۶۲ھ)، شیخ سید مکی الکتانی (متوفی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) ، شیخ ابوالخیر المیدانی (متوفی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) ، شیخ سید محمد الھاشمی (متوفی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء)، شیخ محمد عبد الحی الکتانی المغربی خلیفہ مجاز امام احمد رضاخاں محدث بریلوی (متوفی ۱۳۸۲ھ)، شیخ محمد عبدالحفیظ الفاسی، شیخ سید احمد الغماری، شیخ احمد الزرقا، شیخ مصطفےٰ الزرقا، شیخ نجیب سراج الدین۔ ۱۹۴۴ء میں جامعہ ازھر (قاہرہ، مصر) میں داخل ہوئے اور ۱۹۴۸ء میں تعلیم مکمل کی، جامعہ ازھر میں جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ان کے نام یہ ہیں، شیخ محمد زاھد الکوثری حنفی (متوفی ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء)، شیخ مصطفےٰ صبری، شیخ یوسف الدجوی، شیخ احمد محمد شاکر، شیخ محمد خضر حسین، شیخ عبدالحلیم محمود، شیخ محمود شلتوت شیخ عبدالمجید دراز۔ ۱۹۵۰ء میں جامعہ ازھر ہی سے نفسیات اور اصول تدریس میں اختصاص کیا اور درس وتدریس کا پیشہ اختیار کیا، جب ملک شام کے حالات بگڑ گئے اور بے دین افراد نے اقتدار پر قبضہ کرلیا تو آپ ۱۹۶۷ء میں ریاض (سعودی عرب) آگئے اور یہاں کئی اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تدریسی فرائض انجام دیئے، حجاز میں جن شیوخ سے استفادہ کی ان کے نام یہ ہیں، شیخ عبدالقادر شلبی (متوفی ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء)، شیخ محمد یحییٰ امان، شیخ سید علوی المالکی، شیخ حسن مشاط وغیرہ، آپ نے عمر کے آخری دور میں محمد بن سعود یونیورسٹی (ریاض۔ سعودی عرب) میں پڑھایا، حدیث وفقہ کے جید عالم دین تھے، آپ دبلے پتلے، چاق وچوبند اور گورارنگ تھا، گفتگو نہایت شیریں اور استدلال بہت مظبوط ہوتا تھا، حدیث شریف پڑھاتے وقت آپ کے خوبصورت چہرے پر نور پھیل جاتا اور آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے، آپ رقیق القلب انسان اور سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

شیخ ابوالفتاح ابوغدہ کے داماد معروف سکالر ڈاکٹر احمد البراالامیری بیان کرتے ہیں کہ شیخ مرحوم کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عشق تھا کہ ایک مرتبہ میں نے ان کے سامنے اپنا ایک خواب بیان کیا، میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیخ کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑے مجلس میں تشریف لائے ہیں، خواب سنتے ہی شیخ پر کپکپی طاری ہوگئی اور زاروقطار رونے لگے۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کو ایسا ہی ایک خواب ایک عراقی عالم دین نے سنایا، اس میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیخ ابوغدہ سے مصافحہ فرما رہے ہیں، یہ خواب سن کر شیخ رونے لگے اور ہچکی بندھ گئی۔

ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں ایم اے پی ایچ ڈی، سابق صدر شعبہ عربی، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن (بھارت) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ جب تیسری بار حیدرآباد دکن آئے تو ایک محفل میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک سے توسل کا ذکر ہوا تو شیخ (علیہ الرحمہ) نے اس بارے میں درج ذیل دو شعر سنائے۔

ونعل قد خضعنا هيبة لجلالها
ونحن متى نخضع لهيبتها نعلو
فضعها على الراس حفظاً وجنةً
حقيقتها تاج وصورتها نعل

ترجمہ۔ یہ برکت والی نعل ہے ہم اس کے سبب سے سروں کو خم کر دیتے ہیں اور جب ہم اس کی ہیبت سے سرنگوں ہو جاتے ہیں تو ہم سربلند ہو جاتے ہیں۔ تو تم حفاظت اور ڈھال بنا کر اسے اپنے سر پر رکھ لو، درحقیقت یہ تاج ہے اور اس کی صورت نعل شریف کی ہے۔

آپ کی تحقیق کے ساتھ جو کتابیں حلب، دمشق (شام)، بغداد (عراق)، بیروت (لبنان)، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، ریاض (سعودی عرب)، طرابلس (لیبیا) اور کویت وغیرہ سے شائع ہوئیں ان کی تعداد ستر کے قریب ہے۔

آپ کی اسناد و روایات کی اجازت پر شیخ محمد بن عبداللہ الرشید حنفی کی کتاب "امداد الفتاح باسانید ومرويات الشيخ عبدالفتاح" ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء میں مکتبہ امام شافعی، ریاض (سعودی عرب) سے شائع ہو چکی ہے۔

آپ کی اولاد میں تین بیٹے اور آٹھ بیٹیاں ہیں، کثیر العیال ہونے کی وجہ سے تنگ دست رہتے تھے مگر

کتابیں خریدنے کا اس قدر شوق تھا کہ پیٹ کاٹ کر بھی کتاب خریدتے۔

شیخ ابوالفتاح ابو غدہ علیہ الرحمہ کی وفات ۹رشوال ۱۴۱۸ھ/ ۱۶رفروری ۱۹۹۷ء کو ریاض (سعودی عرب) میں ہوئی، آپ کو زندگی میں تمنا رہی تھی کہ مرنے کے بعد جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں دفن ہونے کے لئے قبر کی جگہ مل جائے، آپ کے شاگردوں اور مداحوں کو اس بات کا علم تھا، چنانچہ ریاض میں جنازہ پڑھنے کے بعد آپ کے جسد خاکی کو ایک خصوصی طیارہ کے ذریعے مدینہ منورہ لے جایا گیا، مسجد نبوی شریف میں دوبارہ نماز جنازہ ہوئی اور بقیع شریف میں قبر بنی۔

علامہ یٰسین اختر مصباحی، فاضل جامعہ اشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ (یوپی۔ بھارت) لکھتے ہیں!

''۲۵ تا ۲۸ شوال المکرّم ۱۳۹۵ھ کو ندوۃ العلماء لکھنؤ نے بڑی دھوم دھام سے اپنا پچاسی سالہ جشن تعلیمی منایا تھا، سینکڑوں کی تعداد میں مختلف بلاد وامصار کے نمائندے ملکی وغیر ملکی سطح پر اس جشن میں شریک ہوئے، ہندوستان کے بھی سینکڑوں علماء ودانشور شریک جشن تھے، اخبارات ورسائل نے اپنی شہ سرخیوں کے ذریعہ اس کی خوب تشہیر کی۔

عباسیہ ہال (کتب خانہ ندوہ) کے اندر تعلیمی نمائش کا انتظام تھا بڑے بڑے طغروں میں ہندوستان کی عبقری اور یگانہ شخصیتوں کے نام اور ان کی اعلیٰ وممتاز ترین تصنیفات فن وار درج تھیں، عقائد وکلام کے نقشے میں ''خالص الاعتقاد'' اور فقہ کے طغرے میں ''النیرۃ الوضیہ'' از امام احمد رضا فاضل بریلوی کے نام بھی تھے، امام احمد رضا کا نام پڑھ کر کئی مشاہیر علماء چونک اُٹھے جیسے عہد ماضی کی کوئی بھولی بسری یاد دفعتہً پردہ ذہن پر آگئی ہو، اندازہ ہے کہ ان کے پیش رو علماء نے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے علم وفضل کا ذکر کر کے ان کے دلوں میں احترام وعقیدت کا بیج بودیا ہو یا خود کہیں ان کی نگاہ سے کوئی تصنیف گزری ہو، کئی علماء نے ''این مجموعہ فتاواہ '' کہہ کر فتاویٰ رضویہ کی مانگ کی لیکن انہیں بطریقہ احسن کسی دوسری جانب متوجہ کر دیا گیا، ساتھ میں کوئی ایسا آدمی نہ ہوتا تھا جو نشان دہی کر سکتا۔

ایک مشہور شامی عالم شیخ عبدالفتاح ابو غدہ پروفیسر کلیۃ الشرعیہ محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض (سعودی

عرب) جو عربی زبان کی پچیسوں کتابوں کے مصنف ہیں اور ایک ممتاز و نمایاں مقام کے مالک ہیں، ان کی شخصیت کا اندازہ آپ یوں کر سکتے ہیں کہ جب ان کی تقریر کی باری آئی تو مقررہ اناؤنسر مولوی محمد رابع حسنی ندوی (مؤلف منشورات والادب العربي وغیرہ) کے بجائے مشہور دیوبندی مولوی منظور نعمانی نے بڑے زور دار انداز میں حاضرین سے ان کا تعارف کرایا۔

کتابوں کے نام دیکھتے ہوئے شیخ ابوالفتاح ابوغدہ کی نگاہ جب فاضل بریلوی کے نام پر پڑی تو فوراً بول اٹھے ''این مجموعة فتاویٰ الامام احمد رضا بریلوی' ' ان کے ساتھ ایک نہایت تجربہ کار قسم کے (مولوی) تھے، موقعہ نازک سمجھ کر انہوں نے کہا فتاویٰ رضویہ یہاں موجود نہیں، حسن اتفاق سے ایک صاحب علم بھی ان کے پیچھے تھے انہوں نے موقعہ غنیمت جان کر بتلا ہی دیا کہ (انها توجد في هذہٖ الدار) یعنی فتاویٰ رضویہ یہاں کتب خانہ میں موجود ہے، یہ سن کر وہ مولوی صاحب آگ بگولہ ہو گئے اور انہیں ڈانٹ پلا کر وہاں سے رخصت کر دیا۔

کچھ دیر بعد ان صاحب نے مجھے اطلاع دی، میں نے شیخ سے فرداً تفصیلی ملاقات کی کوشش کی اور ان کی قیام گاہ روم نمبر ۱۴۰ کلارک اودھ ہوٹل لکھنؤ میں ڈھائی بجے دن میں پہنچا، ساتھ وہ صاحب بھی تھے، کانفرنس کا آخری دن تھا، تین بجے ان تمام نمائندوں نے بذریعہ ہوائی جہاز دہلی پہنچنا تھا جہاں صدر جمہوریہ ہند جناب فخر الدین علی احمد کے یہاں دعوت کے ایک پروگرام میں شریک ہونا تھا، شیخ دہلی جانے کی تیاریوں میں مصروف تھے، بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور ما حضر سے ضیافت کی جو عربوں کی قدیم روایت ہے۔

دورانِ گفتگو میں نے پوچھا ''سمعت انک تشاق الیٰ مطالعه مجموعة فتاویٰ الشیخ الامام احمد رضا '' میں نے سنا ہے کہ آپ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بہت مشتاق ہیں، نام سنتے ہی چہرہ دمک اٹھا اور بڑے مشتاقانہ انداز میں انہوں نے کہا! آپ کے پاس فتاویٰ رضویہ موجود ہے؟ میں نے کہا اس وقت تو نہیں مل سکے گا مگر ان شاء اللہ بہت جلد بذریعہ ڈاک ارسال کر دوں گا۔

میرا دوسرا سوال تھا ''کیف عرفت علمه وفضله '' آپ ان کے علم و فضل سے کیسے متعارف

ہوئے، اس سوال سے ان کے چہرے پر تبسم کی لہر دوڑ گئی اور فرمایا! عطر بہر حال عطر ہی ہے کتنا ہی اسے بند شیشی میں رکھا جائے مگر اس کی بھینی بھینی خوشبو اہل ذوق تک پہنچ ہی جاتی ہے، شیخ نے ہمیں بتایا کہ میرے ایک دوست کہیں سفر پر جا رہے تھے ان کے پاس فتاویٰ رضویہ کی ایک جلد موجود تھی، میں نے جلدی جلدی میں ایک فتویٰ مطالعہ کیا، عبارت کی روانی اور کتاب وسنت واقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتویٰ کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے۔

بہر حال اس وقت میں نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ (یوپی، بھارت) کا عربی میں تعارفی کتابچہ، حاشیہ "المعتقد المنتقد" (مطبوعہ استنبول، ترکی) اور "الدولتہ المکیہ" از امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ایک ایک نسخے پیش کئے اور اطمینان دلایا کہ بہت جلد فتاویٰ رضویہ آپ تک پہنچ جائے گا، اس کے بعد انہوں نے اپنی دو کتابیں "صفحات من ممبر العلماء علی شدائد العلم"، "رسالۃ المسترشدین للحارث المحاسبی" اور چند عربی رسائل و کتابچے عنایت فرمائے جن پر اپنے قلم سے یہ عبارت لکھی! "ھدیہ الی الاخ المحب الحبیب فی اللہ تعالیٰ الشیخ محمد یٰسین اختر الاعظمی نفع اللہ بدینہ وعلمہ واکرمہ بتوفیقہ" من اخیہ عبدالفتاح ابی غدہ ۲۸/۱۰/۱۳۹۵ھ فی لکھنؤ۔[۲۸]

شیخ محمد علی مرادالحموی الشامی
رحمتہ اللہ علیہ

فضیلۃ الشیخ محمد علی مراد ثانی بن شیخ محمد سلیم مراد ثانی بن شیخ محمد علی مراد اوّل بن شیخ محمد سلیم مراد اوّل بن مراد آغا رحمہم اللہ تعالیٰ، ربیع الاوّل ۱۳۳۶ھ/ ۱۸ فروری ۱۹۱۸ء کو شام کے مشہور حماہ میں پیدا ہوئے، تعلیم کا آغاز اپنے چچا شیخ محمد نجیب مراد اور اپنے والد کے چچا شیخ حسن مراد کے علاوہ شیخ حسن دندشی شحنہ کی شاگردی سے کیا، ۱۹۲۸ء میں حماہ کے اسکول میں داخلہ لیا جہاں پانچ سال تعلیم پائی، ۱۹۳۳ء میں اپنے چچا زاد بھائی شیخ محمد بشیر مراد کے ساتھ حماہ کے مدرسہ شرعیہ میں داخلہ لیا، یہاں شیخ محمد توفیق الصباغ شیرازی صدر جماعت العلماء حماۃ اور شیخ محمد زا کی

دندشی وغیرہ علماء سے تین سال تعلیم حاصل کی، اس دوران شہر کی مساجد میں قائم مدارس میں مراد خاندان کے علماء بالخصوص اپنے والد کے چچا شیخ احمد مراد کے حلقہ درس میں بھی پڑھتے رہے اور ساتھ ہی تدریس، امامت اور خطابت شروع کی، ۱۹۳۶ء میں مدرسہ شرعیہ حماہ سے فراغت کے بعد مدرسہ خسرویہ حلب میں داخلہ لینے کا ارادہ کیا، قبل ازیں اس مدرسہ میں قطب شام شیخ محمد الحامد حموی، شیخ عبداللہ الحلاق، شیخ صالح نعمان اور شیخ محمد سیادی مراد جیسے اکابر علماء حماہ تعلیم پا چکے تھے۔

شیخ محمد علی مراد نے حصول تعلیم کے لئے حلب جانے کے ارادے سے اپنے والد ماجد کو باخبر کیا تو وہ اپنے فرزند کو دوسرے شہر بھیجنے پر متردد ہوئے، آپ نے یہ معاملہ مرشد کامل شیخ محمد ابوالنصر خلف حمصی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچایا، ان کے حکم پر آپ کے والد آپ کو حلب بھیجنے پر رضامند ہو گئے، ادھر مدرسہ خسرویہ نے ملک کے مختلف علاقوں کے طلبہ کے لئے آبادی کے تناسب سے نشستیں مقرر کر رکھی تھیں، اس لئے شیخ محمد علی مراد کو داخلہ لینے میں دقت پیش آئی، اتفاق سے ان دنوں شیخ محمد ابوالنصر خلف نقشبندی حلب کے دورہ پر تھے، ایک دن شیخ موصوف اور مقامی علماء و مشائخ کو شیخ عیسیٰ بیانونی نقشبندی [illegible] کے یہاں کھانے پر مدعو کیا، شیخ محمد ابوالنصر اس دعوت میں شیخ محمد علی مراد کو بھی ساتھ لے گئے اور وہاں پر موجود مدرسہ خسرویہ کے صدر مدرس شیخ مصطفیٰ باقو سے آپ کا تعارف کرایا کہ یہ حماہ میں سکونت پذیر علم و فضل میں معروف خاندان کے فرد ہیں، لہذا اس اہم خاندان کے طالب علم کو اپنے مدرسہ میں ضرور داخلہ دیں، چنانچہ آپ کو مدرسہ خسرویہ کے داخلہ امتحان میں بیٹھنے کی اجازت مل گئی، مؤرخ حلب شیخ محمد راغب الطباخ ممتحن تھے، آپ نے امتحان میں کامیابی حاصل کی اور اس طرح آپ کو شام کے سب سے اہم مدرسہ میں داخلہ مل گیا، شیخ ابوالفتاح ابوغدہ حنفی اور شیخ فوزی فیض اللہ حلبی پہلے سے وہاں زیر تعلیم تھے، شیخ محمد علی مراد ان کے حلقہ احباب میں شامل ہوئے، ان علماء و مشائخ کے درمیان یہ تعلق ان کی وفات تک استوار رہا، اس مدرسہ میں آپ نے شیخ مصطفیٰ باقو، شیخ عبداللہ حماد شافعی، شیخ امین اللہ عیروخی حنفی (متوفی ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء)، شیخ سعید الجمال، شیخ محمد اللبابیدی حنفی اور شیخ محمد اسعد العجی شافعی سے مختلف علوم اخذ کئے۔ ۱۹۳۷ء میں جبکہ آپ یہاں دوسرے تعلیمی سال میں تھے، آپ پر مرض سل نے شدید حملہ کیا، یہ اطلاع

آپ کے گھر پہنچی تو آپ کے والد آپ کو واپس حماہ لے آئے جہاں طویل عرصہ کے بعد آپ شفایاب ہوئے۔

صحت یاب ہونے کے بعد آپ نے تعلیم کا سلسلہ پھر سے شروع کیا اور حماہ کے اکابر علماء شیخ احمد مراد، شیخ محمد زاکی دندشی وغیرہ کی شاگردی میں اپنی توجہ حصول تعلیم پر مرکوز کر دی، تا آنکہ ۱۹۴۴ء میں جامعہ الازہر میں داخلہ لینے کا قصد کیا، آپ کے چچا زاد بھائی شیخ محمد بشیر مراد پہلے ہی وہاں زیر تعلیم تھے، ادھر آپ کے دوست شیخ عبدالفتاح ابوغدہ اور شیخ فوزی فیض اللہ حلبی بھی اسی برس مدرسہ خسرویہ سے فارغ التحصیل ہو کر مزید تعلیم کے لئے جامعہ الازہر جا چکے تھے، چنانچہ تینوں دوستوں نے جامعہ الازہر کے داخلہ امتحان میں شرکت کی اور کامیاب ہوئے، شیخ محمد علی مراد نے شریعت کالج سے رجوع کیا، ۱۹۴۵ء میں تعطیلات گزارنے وطن آئے تو آپ کی شادی آپ کے چچا شیخ محمد ظافر مراد علیہ الرحمہ کی بیٹی سے انجام پائی، قاہرہ واپسی پر آپ اہلیہ کو بھی ساتھ لیتے گئے اور وہاں مکان کرایہ پر لے کر پھر سے تعلیم جاری رکھی۔

شیخ محمد الحامد نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ جو قبل ازیں جامعہ الازہر میں تعلیم پا چکے تھے کے توسط سے شیخ محمد علی مراد قیام قاہرہ کے ابتدائی ایام میں ہی وہاں کے علماء و مشائخ ''غوث العباد'' جیسی اہم کتاب کے مصنف، مسجد سیدہ زینب کے خطیب شیخ مصطفےٰ حمامی (متوفی ۱۳۶۹ھ)، امام جلیل شیخ محمد زاھد الکوثری حنفی نقشبندی، عارف باللہ شیخ صاحب تصانیف شیخ عبدالخالق البشراوی خلوتی شافعی (متوفی ۱۳۶۶ھ)، محدث جلیل وصاحب تصانیف کثیرہ شیخ عبداللہ صدیق الغماری مراکشی (متوفی ۱۹۹۲ء) رحمہم اللہ تعالیٰ سے متعارف ہو چکے تھے

۔

اس علمی ماحول میں شیخ محمد علی مراد نے تعلیم کا دوسرا سال مکمل کیا اور موسم گرما کی تعطیلات گھر پر گزارنے کے لئے اپنے چچا زاد بھائی شیخ محمد بشیر مراد کے ہمراہ وطن جانے کی تیاری شروع کی، اسی دوران یونیورسٹی کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ طلباء و علماء کا ایک وفد اس برس حج و زیارت کے لئے جائے گا، لہذا جو لوگ اس میں اپنا نام درج کرانا چاہتے ہیں وہ دفتر سے رابطہ کریں اور اگر ان کا نام منتخب ہو گیا تو انہیں چھٹیوں کے دوران بذریعہ تار ان کے گھروں میں مطلع کیا جائے گا، شیخ محمد علی مراد نے اس سفر کے لئے نام درج کرایا اور خود اپنے شہر حماہ آ گئے، کچھ

ہی دنوں بعد آپ کو اطلاع دی گئی کہ آپ کو یونیورسٹی کے حج وفد میں شامل کر لیا گیا ہے، لہذا ضروری کاغذات کی تیاری کے لئے رجوع کریں، جب کہ اس سفر کے نصف اخراجات آپ کے ذمہ ہوں گے، جامعہ الازھر کے اس حج وفد میں کل چھ طلباء شامل تھے جن میں پانچ مصری نژاد تھے، نیز سولہ اساتذہ بھی وفد کے ساتھ تھے، شیخ محمد زاھد الکوثری کے سوانح نگار شیخ احمد خیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۷ھ) بھی اس وفد میں شامل تھے۔

الغرض ۱۹۴۶ء میں جامعہ الازھر کا یہ وفد شیخ الازہر شیخ مصطفےٰ عبدالرزاق (متوفی ۱۹۴۷ء) کی سربراہی میں حج پر روانہ ہوا، اسی برس حماہ سے شیخ محمد الحامد اپنی اہلیہ اور کمسن بیٹے شیخ محمود الحامد کے ہمراہ حج وزیارت پر آئے ہوئے تھے، شیخ محمد علی مراد نے مکہ مکرمہ میں آپ سے ملاقات کی اور اس شہر مقدس میں آپ سے استفادہ کیا، حج کے بعد شیخ محمد علی مراد مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور روضۂ اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی بار حاضری دی۔

ان دنوں مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی تالیف 'حسام الحرمین' کے مقرظ شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۹ھ/ ۱۹۵۰ء) مدینہ منورہ میں فقہاء احناف کے سرتاج تھے، شیخ محمد علی مرادان کی خدمت میں حاضر ہوئے [illegible] کیا اور سند اجازت حاصل کی، آپ حج کے بعد واپس قاہرہ آکر حصول تعلیم میں مشغول ہوگئے اور ۱۹۴۸ء میں شریعت کالج جامعہ الازھر سے فارغ التحصیل ہو کر واپس اپنے وطن حماہ آگئے۔

حماہ میں تدریس وافتاء اور امامت وخطابت میں اپنے بزرگوں کی معاونت کرتے رہے، آپ کا ارادہ تھا کہ اب مسجد سے وابستہ رہ کر دین کی خدمت جاری رکھوں گا کہ اسی دوران شام کی وزارت تعلیم نے اساتذہ کی ضرورت کا اشتہار شائع کیا، شیخ محمد الحامد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو حکم دیا کہ دمشق جا کر وزارت تعلیم کے انٹرویو میں شرکت کریں، لیکن شیخ محمد علی نے آپ سے معذرت کردی، شیخ محمد الحامد نے فرمایا کہ سرکاری مدارس میں طلباء کی دینی رہنمائی کے لئے علماء کی ضرورت ہے، لہذا آپ اس میدان میں قدم بڑھائیں، چنانچہ آپ کے اصرار پر شیخ محمد علی مراد نے یہ معاملہ اپنے اور شیخ محمد الحامد کے شیخ طریقت شیخ محمد ابوالنصر خلف کی خدمت پیش کیا اور پھر ان دونوں مشائخ کے حکم پر آپ نے انٹرویو دینے کا فیصلہ کیا، چنانچہ آپ اور آپ کے چچازاد بھائی شیخ محمد بشیر

مرادا کٹھے دمشق پہنچے، وہاں پر شیخ وھبی سلیمان غاوجی بھی انٹرویو کے لئے آئے ہوئے تھے، بعدازاں جن کی شادی شیخ محمد علی مراد کی ہمشیرہ سے ہوئی، الغرض یہ تینوں علماء وزارت تعلیم کے تحت تدریس کے لئے منتخب کر لئے گئے، شیخ محمد بشیر مراد کو دیرالزور میں، شیخ وھبی سلیمان اور شیخ محمد علی مراد کو حلب میں تعیناتی کے احکامات ملے۔

شیخ محمد علی مراد حلب کے اسکول میں طلباء کو قرآن مجید کی تعلیم حفظ و ناظرہ، تجوید، توحید، فقہ، تفسیر اور حدیث کے موضوعات پر تعلیم دینے لگے، اس شہر میں ملازمت کا ایک روشن پہلو یہ تھا کہ شیخ محمد ابوالنصر خلف نقشبندی اپنے وطن حمص سے اکثر دورہ پر حلب تشریف لاتے، شیخ محمد علی مراد آپ کی مجالس میں حاضر رہتے اور رشد و ہدایت، وعظ و تذکیر کا کام آپ کی سرپرستی میں انجام دیتے رہے، چند ماہ بعد موسم گرما کی تعطیلات میں شیخ ابوالنصر رحلت فرما گئے۔ شیخ محمد علی مراد ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۰ء تک دو برس حلب میں تعینات رہے پھر آپ کا تبادلہ حماہ میں کر دیا گیا، جہاں آپ مختلف مدارس میں خدمات انجام دیتے رہے اور لاتعداد تشنگان علم نے آپ سے ظاہری و باطنی علوم میں استفادہ کیا، تیس برس بعد ۱۹۸۰ء میں آپ حماہ سے ہی ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔

۱۹۵۴ء میں آپ نے دوسری بار حج و زیارت کی سعادت حاصل کیا اور دیکھا کی اکثر حجاج کے لئے حج چونکہ ایک نئی عبادت ہوتی ہے، قبل ازیں اس کے مناسک سے ان کا واسطہ نہیں ہوتا، لہذا وہ حج کی ادائیگی صحیح طور نہیں کر پاتے، چنانچہ شیخ محمد علی مراد ہر سال حج کے مہینوں میں حماہ کی جامع مسجد کے خطبۂ جمعہ میں عمرہ اور حج و زیارت کے مسائل بیان کرتے، پھر رات کو مسجد میں مسائل حج کے لئے خصوصی مجلس منعقد کرتے، یہ سلسلہ جاری رہتا حتیٰ کہ اس برس حج پر جانے والوں کو ضروری مسائل حفظ ہو جاتے، پھر ہر سال آپ خود حج کے لئے روانہ ہوتے اور راستہ میں مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، مسجد الحرام، عرفات، منیٰ ہر مرحلہ پر حجاج کی رہنمائی کرتے، آپ نے یہ سلسلہ حماہ سے ہجرت تک مسلسل جاری رکھا اس طرح لاتعداد حجاج نے آپ کی رہنمائی میں مناسک حج و زیارت ادا کئے، آپ نے ۳۵ سے زائد حج کئے۔

اسی دوران شیخ محمد علی مراد" جماعت رابطہ علماء شام" کی طرف سے حماہ شہر صدر بنائے گئے، ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء میں شام بھر کے اکابر علماء و مشائخ نے باہم رابطہ، شرعی احکامات کی توضیح و تشریح پر متفقہ قرار

دادیں منظور کرنے، جدید مسائل پر غور وخوض، فتویٰ کے اجراء، امت مسلمہ کو درپیش مسائل کے حل کے لئے کوشش اور سیاسی امور میں رہنمائی کے لئے علماء کی ایک جماعت ''رابطۃ العلماء'' قائم کی۔ دمشق کے عالم جلیل وعارف کامل شیخ محمد ابوالخیر المیدانی حنفی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) اس کے پہلے مرکزی صدر بنے اور ان کی وفات کے بعد صاحب'' رسالتہ المسترفتہ '' شیخ الاسلام محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۲۶ء) کے فرزند جلیل مفتیٔ مالکیہ شام شیخ سید محمد مکی کتانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) اس کے دوسرے مرکزی صدر ہوئے، اس جماعت نے ۱۴ رجولائی ۱۹۵۰ء کو ایک قرارداد منظور کی جس میں شام کا نیا آئین بنانے کی پیش کش کی اور ۱۹۵۷ء میں ملک گیر سطح پر علماء کی ایک کانفرنس منعقد کی جس میں الجزائر میں فرانس کے قتل عام پر تشویش کا اظہار کیا اور اس کی تحقیق وحل پر زور دیا، اس جماعت نے اس نوعیت کے متعدد اقدامات کئے، جب (نصیری شیعہ فرقہ کے) حافظ الاسد برسراقتدار آئے تو ان کی حکومت نے اس جماعت کو منتشر کر دیا۔

شیخ محمد علی مراد حماہ شہر میں محافل درود شریف کے داعی وسرپرست بھی تھے، ان محافل کا آغاز دمشق شہر کے عالم کبیر وولی کامل شیخ محمد عارف عثمان حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (پ ۱۸۷۷ء۔ف ۱۹۶۵ء) نے کیا، جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ ابدال شام میں سے تھے، آپ عارف کامل امام یوسف بن اسماعیل نبہانی فلسطینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء) کے اہم شاگرد تھے، شیخ محمد عارف عثمان دمشقی علیہ الرحمہ عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مستغرق تھے، آپ نے تقریباً تیں حج کئے اور اس دوران زیادہ اوقات مدینہ منورہ میں مقیم رہتے، جہاں روضۂ اقدس کے پاس بیٹھ کر عبادت میں مصروف رہتے، آپ کو بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، شیخ محمد عارف عثمان علیہ الرحمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی مناسبت سے ہر پیر کو محفل درود شریف کا اہتمام کیا کرتے تھے، اس محفل کا آغاز آپ نے اس طرح کیا کہ دمشق میں موجود آپ کے احباب علماء ومشائخ میں سے کسی ایک کے گھر یہ محفل پیر کے دن منعقد کی جاتی، بعد میں یہ محفل مسجد میں ہونے لگی، دمشق کی مساجد میں سے کسی ایک مسجد میں پیر کے دن بعد نماز فجر آپ کی سرپرستی میں منعقد ہوتی، جس میں دمشق کے اکابر علماء ومشائخ شیخ محمد ہاشمی مالکی حسنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۱ء) شیخ یحییٰ الصباغ رحمۃ اللہ

علیہ (متوفی ۱۹۶۱ء) شیخ محمد سعید برهانی نقشبندی شاذلی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۷ء) شیخ عبدالوہاب صلاحی رشیدی حسینی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۲ء) اوران کے احباب، شاگردو مریدین شرکت کرتے تھے، کچھ ہی عرصہ بعد یہ محفل درودشریف دمشق کی اہم مساجد میں بیک وقت مختلف علماء ومشائخ کی سرپرستی میں منعقد ہونے لگی، شیخ محمد عارف عثمان علیہ الرحمہ کی سعی سے یہ مبارک سلسلہ دمشق سے باہر دوسرے شہروں تک پھیلتا چلا گیا، بالخصوص حمص اورحماہ شہروں میں ان کا وسیع اہتمام ہونے لگا، حماہ میں یہ محفل درودشریف شیخ محمد علی مراد کی سرپرستی میں منعقد ہوتی تھی، پھر عمر بھر آپ جہاں بھی مقیم رہے اس محفل کو جاری رکھا۔

اس محفل درودشریف کا طریقہ یہ رکھا گیا کہ سب سے پہلے تمام حاضرین میں تسبیح تقسیم کی جاتیں جس پر انہیں درودشریف "اللھم صل علیٰ سیدنا محمد و آلہٖ وسلم" پڑھنے کی دعوت دی جاتی، اس طرح اجتماعی طور پر ایک لاکھ بار درودشریف پڑھا جاتا، پھر اسماء الحسنٰی سے وسیلہ پر مشتمل امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمہ کا منظوم قصیدہ "المزدوجۃ الغراء فی الاستغاثۃ باسماء اللہ الحسنٰی" اور امام بوصیری رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۶۹۶ھ) کا قصیدہ بردہ شریف سب حاضرین مل کر بآواز بلند پڑھتے اس کے بعد "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" اور "یالطیف" مقررہ تعداد میں پڑھے جاتے، پھر محفل کے سربراہ اس کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفۂ پیش کرتے، اس کے بعد نعت خواں حضرات مولود پڑھتے، جس کے آخر میں سب حاضرین کھڑے ہوجاتے اور صوفیاء شاذلیہ کے طریقہ پر بآواز بلند اجتماعی صورت میں ذکر اللہ کیا جاتا اور اسی پر یہ محفل اختتام پذیر ہوتی۔

شیخ محمد علی مراد رحمتہ اللہ علیہ کا یہ معمول رہا کہ آپ حماہ میں شیخ محمد الحامد نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کے زیر اہتمام جامع مسجد میں خطبہ دیا کرتے، اسی مسجد میں روزانہ بعد نماز فجر درس کا سلسلہ بھی جاری تھا، جس میں شیخ محمد علی مراد، شیخ عبدالحمید طہماز، شیخ محمود الریاحی ان تینوں علماء میں سے جس کو شیخ محمد الحامد حکم دیتے وہ اس روز درس دیتے، موسم گرما کی تعطیلات میں اس کا دورانیہ بڑھا دیا جاتا اور اس میں حاضرین کی تعداد بھی بڑھ جاتی، یہ سلسلہ ۱۹۶۹ء میں شیخ محمد الحامد کی وفات تک جاری رہا، اس کے بعد شیخ محمد علی مراد نے درس وتدریس، وعظ وتذکیر کا کام

آپ کی خانقاہ پر شروع کیا جو دس برس سے زائد جاری رہا اور اپنے عروج پر پہنچا۔ حافظ الاسد حکومت سے اہل سنت کی یہ بیداری زیادہ عرصہ تک برداشت نہ ہو سکی اور ۱۹۸۰ء میں اس خانقاہ پر بلڈوزر چلا کر شیخ محمد الحامد کے مزار سمیت تمام عمارات کو ملبہ کا ڈھیر بنا دیا اور جگہ کو سرکاری تحویل میں لے کر وہاں تجارتی مرکز تعمیر کر دیا گیا اور ملحقہ مسجد کو محکمہ اوقاف کے سپرد کر دیا گیا۔ اس پر شیخ محمد علی مراد سرکاری ملازمت سے الگ ہو گئے اور ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں ظلم وستم کی اس فضا سے اہل وعیال سمیت ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا بسے، حماہ میں حکومت کی برپا کردہ کشیدگی بدستور جاری رہی، حتیٰ کہ ۱۹۸۲ء میں نہ صرف شیخ محمد بشیر مراد کو غائب کر دیا گیا بلکہ اس شہر میں دس ہزار سے زائد افراد قتل کئے گئے، اور شہر حماہ جو تین عشرہ قبل علم وروحانیت کا مرکز تھا، آج وہاں حکومت نے ایک بھی عالم ومربی کا وجود باقی نہیں چھوڑا۔

شیخ محمد علی مراد نے حصول علم کے لئے عمر بھر اپنا دامن پھیلائے رکھا اور تصوف ودیگر اسلامی علوم میں دنیا بھر کے بہت سے علماء ومشائخ سے استفادہ کیا، آپ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں شیخ ابوالنصر خلف حمصی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور ان کے فرزند وجانشین شیخ عبدالباسط نیز شیخ ابوالنصر کے اہم خلفاء قطب شام شیخ محمد الحامد حموی رحمۃ اللہ علیہ اور ۶ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ کو شیخ عبدالرحمٰن بن محمد عبدالفتاح السباعی حمصی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا کی۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تک آپ کا سلسلہ طریقت یہ ہے۔

الشیخ محمد علی مراد عن شیخ عبدالرحمٰن سباعی والشیخ محمد الحامد والشیخ عبدالباسط خلف عن الشیخ محمد ابوالنصر خلف عن بقیۃ السلف الشیخ محمد سلیم خلف (متوفی ۱۳۲۸ھ) عن العارف الربانی الشیخ احمد طورزقلی ترکمانی حمصی عن الشیخ خالد ضیاء الدین کردی عثمانی (متوفی ۱۲۴۲ھ) عن الشیخ عبداللہ دہلوی عن الشیخ مظہر جان جاناں شہید عن الشیخ نور محمد بدوانی عن الشیخ محمد سیف الدین عن الشیخ محمد معصوم عن الامام الربانی الشیخ احمد فاروقی سرہندی نقشبندی رحمھم اللہ تعالیٰ۔

شیخ احمد مراد نے ۲۹ رمضان ۱۳۶۱ھ کو آپ کو فقہ حنفی وعلم حدیث میں سند روایت اور بعد ازاں تمام سلاسل تصوف بالخصوص سلسلہ نقشبندیہ میں سند اجازت عطا کی۔ حماہ میں واقع خانقاہ رفاعیہ کے سجادہ نشین شیخ محمود

الشقفتہ شافعی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۹ھ) نے آپ کو مکہ مکرمہ میں سلسلہ رفاعیہ اور حماہ میں سادات خاندان کے نقیب شیخ محمد مرتضیٰ گیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے سلسلہ قادریہ میں خلافت عطا کی، نیز صاحب حاشیہ درمختار علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی دمشقی رحمتہ اللہ علیہ کے بھتیجے علامہ احمد عابدین کے پوتے مفتی شام علامہ سید محمد ابوالیسر عابدین حنفی دمشقی حسینی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۸۱ء)، فقیہ حنفی شیخ عبدالوہاب دبس وزیت دمشقی گیلانی نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۹ء)، ترکی زبان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی سوانح حیات ''الروض الناضر الوردی فی ترجمته الامام الربانی السرهندی'' کے مصنف فقیہ حنفی شیخ محمد زاہد الکوثری رحمتہ اللہ علیہ، محدث اعظم مراکش وصاحب تصانیف کثیرہ علامہ سید عبداللہ صدیق الغماری رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۱۳ھ)، امام جلیل علامہ سید علوی مالکی مکی رحمتہ اللہ علیہ جیسے عالم عرب کے اکابر علماء ومشائخ سے شیخ محمد علی مراد رحمتہ اللہ علیہ نے زندگی کے مختلف ادوار میں استفادہ کیا۔

۱۳۲۳ھ میں مجدد العصر امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ حج وزیارت کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے تو مکہ مکرمہ میں مراکش کے عالم محقق مؤرخ علامہ سید عبدالحی کتانی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) نے فاضل بریلوی سے مختلف علوم میں اجازت وخلافت حاصل کی، فاضل بریلوی کی عربی تصنیف ''الاجازات المتينه لعلماء بكته والمدينته' اور ''علامہ کتانی کی دو تصانیف ''فهرس الفهارس والاثبات'' اور ''منح المنته فی سلسلته بعض كتب السنته ''میں اس کا ذکر کیا گیا ہے، ربیع الاول ۱۳۷۴ھ میں علامہ سید عبدالحی کتانی نے شیخ محمد علی مراد اور ان کے دوست شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کو علم حدیث میں مشترکہ سند عطا فرمائی۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ محمد علی مراد کے درمیان حجاز مقدس میں متعدد ملاقاتیں ہوئیں، تعلقات استوار ہوئے اور باہم مراسلت رہی، ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۷ء میں مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی سفر حج وزیارت سے واپس تشریف لائے تو برصغیر میں تقسیم کے باعث قتل وغارت برپا تھی، آپ اپنے اہل وعیال کی خیریت سے بے خبر رہے، ادھر آنکھوں کے مرض میں مبتلا

ہوئے، جب ان مصائب سے نجات ملی تو آپ حسب معمول عالمی تبلیغی دورہ پر چلے گئے، سنگاپور پہنچ کر ۱۳۶۸ھ میں شیخ محمد علی مراد کو حماہ کے پتہ پر خط لکھا جس میں مراسلت میں تاخیر کے مذکورہ اسباب کا ذکر کیا نیز اپنے دورہ کی تفصیلات سے مطلع کیا، مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی نے شیخ محمد علی مراد کو ۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۸ھ کو مختلف علوم تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، عقلی و نقلی علوم، سلسلہ قادریہ وغیرہ میں سند اجازت و خلافت عطا فرمائی اور اس میں آپ کو ان الفاظ سے یاد فرمایا!

"الاخ الکریم العالم الجلیل والفاضل النبیل الشاب الصالح الشیخ محمد علی المراد حفظه اللّٰه"

۲۳/ ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ/ ۲۲/ اگست ۱۹۵۴ء بروز اتوار بعد نماز ظہر مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی نے مدینہ منورہ میں وفات پائی تو شیخ محمد علی مراد مدینہ منورہ میں موجود تھے، آپ جمعہ کے دن اپنے مرشد کی خیریت دریافت کرنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر ہفتہ کی شام دوبار آپ کی عیادت کی اور جب اگلے روز اتوار کے دن آپ نے وفات پائی تو شیخ محمد علی مسجد نبوی شریف میں موجود تھے، اطلاع ملنے پر سیدھے آپ کی اقامت گاہ واقع نزد باب السلام پہنچے، آپ کے غسل اور تجہیز و تکفین میں شرکت کی پھر آپ کی دست بوسی کی، اسی روز مغرب سے ایک گھنٹہ قبل مسجد نبوی شریف میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، اس کے بعد آپ کی چارپائی روضہ اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے جائی گئی، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضری دینے کے بعد باب جبریل سے باہر لے جا کر جنت البقیع پہنچائی گئی، جہاں آپ کے بڑے بھائی مولانا احمد مختار صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۳۸ء) اور شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی قبور سے ملحق اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبور سے شمالی جانب مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کی تدفین عمل میں آئی [۲۹]، پھر شیخ محمد علی مراد نے قبر پر تلقین کی اور تیسرے دن قل کے موقع پر باب مجیدی کے قریب حضرت شیخ ضیاء الدین احمد قادری مدنی علیہ الرحمہ کے گھر قرآن خوانی کی مجلس منعقد ہوئی، شیخ محمد علی مراد سب معمولات میں شریک ہوئے۔

شیخ محمد علی مراد شامی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز قطب مدینہ مولانا شیخ ضیاء الدین احمد قادری رضوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خلافت پائی اور مدینہ منورہ میں آپ کے گھر میں منعقد ہونے والی محافل میلاد میں بارہا شرکت کی، ۴رذوالحجہ ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء کو مولانا شیخ ضیاء الدین احمد مدنی نے وصال فرمایا تو شیخ محمد علی مراد آپ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے اور پھر مسجد نبوی شریف میں آپ کی نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔

حضرت غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء) خلیفہ مجاز حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) حج وزیارت کے لئے حجاز مقدس حاضر ہوئے تو شیخ محمد علی مراد آپ سے فیض یاب ہوئے، پھر مولانا ضیاء الدین احمد قادری مدنی علیہ الرحمہ کے فرزند جلیل مولانا فضل الرحمٰن قادری مدنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء) کی خواہش پر حضرت غزالیٔ زماں علیہ الرحمہ نے مدینہ منورہ میں شیخ محمد علی مراد شامی علیہ الرحمہ کو حدیث و دیگر علوم اسلامیہ نیز سلاسل اربعہ چشتیہ صابریہ، قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ کی [illegible] شوال [illegible] میں اجازت وخلافت عطا فرمائی اور اس میں آپ کو ان القاب سے یاد فرمایا!

”عمدة العلماء المحدثين وقدوة الفضلاء الراسخين العلامة صاحب الفضيلة الشيخ محمدعلى المراد المفتى الاعظم بالشام المتوطن بالمدينة المنورة“۔

ہندوستان کے عالم جلیل مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن عباسی قادری رضوی، (دھام نگر، اڑیسہ، ہندوستان) رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء) خلیفہ مجاز حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۴۰۰ھ میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو شیخ محمد علی مراد نے آپ سے ملاقاتیں کیں اور استفادہ کیا، پھر ۹رمحرم الحرام ۱۴۰۱ھ کی رات آپ کو اپنے گھر مدعو کیا، اس موقع پر مولانا حبیب الرحمٰن قادری نے شیخ محمد علی مراد کو قرآن کریم، کتب احادیث صحاح ستہ، حصن حصین، دلائل الخیرات، حزب البحر، دعائے سیفی و دیگر وظائف

واوراد کی اجازت اور سلسلہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ میں سند خلافت عطا فرمائی۔

۱۳ رشعبان المعظم ۱۴۱۰ھ کو حضرت سید اولاد رسول محمد میاں قادری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مند پیر محمد شمس الضحیٰ نے شیخ محمد علی مراد کو دلائل الخیرات شریف کی تحریری سند عطا فرمائی۔

شیخ محمد علی مراد کا سلسلہ روایت وطریقت ایک واسطہ اور تین طرق سے امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے!

"الشیخ محمد علی المراد عن مولانا الشیخ ضیاء الدین احمد القادری المدنی و مولانا شاہ محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری المدنی ومحدث المغرب علامہ الشیخ سید محمد عبدالحی الکتانی المراکشی عن الامام الشیخ احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی رحمھم اللّٰہ تعالیٰ"۔

۱۴۰۱ھ تک شیخ محمد علی مراد نے جن علماء و مشائخ سے استفادہ کیا تھا، شام نعت گو شاعر شیخ ضیاء الدین صابونی شاعر طیبہ نے ان علماء ومشائخ کے اسماء گرامی کو ۱۴۸ اشعار کی صورت میں قصیدہ میں منظوم کیا، اس میں مولانا عبدالعلیم صدیقی، مولانا ضیاء الدین مدنی اور مولانا حب الرحمٰن قادری کا ذکر ہے۔

شیخ محمد علی مراد، فقیہ حنفی، مدرس، مربی ومرشد اور عاشق رسول ﷺ تھے، آپ نے تصنیف وتالیف کی بجائے تدریس وتربیت پر زیادہ توجہ دی، آپ نے دو تین مختصر کتب تصنیف کیں جو ابھی تک شائع نہیں ہوئیں۔ شیخ ناصر البانی (متوفی ۱۹۹۹ء) نے قیام دمشق کے دوران مسلک اہل سنت و جماعت، تقلید امام اعظم اور تعلیمات تصوف اسلامی کو خیر باد کہہ کر وہابیت اختیار کر کے اس کی تبلیغ شروع کی تو سب سے پہلے علماء شام نے ہی زبان وقلم سے ان کے اعتراضات اور شکوک وشبہات کا ازالہ کیا، شیخ البانی نے ترک تقلید کی مہم چلائی تو شیخ عیسیٰ بیانونی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند عالم جلیل شیخ احمد عزالدین بیانونی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء) کی خواہش پر شیخ محمد الحامد حموی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۶۸ء میں تقلید کے جواز پر مختصر مگر جامع کتاب "لزوم اتباع مذاہب

الائمة حسماً للفوضی الدینیة''لکھی جس پر شیخ محمد علی مراد نے تائیدی دستخط کئے، اس کتاب کے متعدد اڈیشن شائع ہوئے۔ علاوہ ازیں شیخ عبدالحمید طہماز حنفی نے شیخ محمد الحامد کے سوانح حیات پر کتاب مرتب کرنے کا تہیہ کیا تو شیخ محمد علی مراد نے مواد کی فراہمی میں ان کی بھرپور مدد کی، یہ کتاب ''شیخ محمد الحامد رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے مکتبہ دارالقلم دمشق نے ۱۹۷۰ء میں شائع کی، شیخ محمد علی مراد نے مسلک اہل سنت کی تائید میں لکھی گئی دیگر مصنفین کی بعض کتب کی اشاعت میں مالی معاونت کی۔

فضیلۃ الشیخ مفتی محمد علی مراد اس دور میں عالی اسناد کے حامل معدودے چند علماء میں سے تھے، لہذا آپ سے لاتعداد اہل علم نے سند روایت حاصل کی، آپ سے خلافت پائی یا آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا، آپ سے اخذ کرنے والے چند مشاہیر کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

☆ محدث حجاز، عارف کامل، صاحب تصانیف کثیرہ علامہ سید محمد بن علوی مالکی حسنی، مکہ مکرمہ (متوفی ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء)

☆ سلسلہ شاذلیہ کے معروف پیر طریقت [illegible] شیخ محمد [illegible] برہانی حنفی، دمشق

☆ محقق، مبلغ ڈاکٹر محمد ضیاء الدین نقشبندی شافعی کردی مصری، استاد جامعہ الازہر قاہرہ (متوفی ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء)

☆ محدث، محقق علامہ شیخ ڈاکٹر احمد معبد عبدالکریم مصری، استاد جامعہ الازہر قاہرہ

☆ علامہ فقیہ شیخ وھبی سلیمان غاوجی حنفی دمشقی، استاد جامعہ شارجہ

☆ علامہ ڈاکٹر محمد فواد البرازی، حماہ

☆ محدث، محقق علامہ شیخ احمد مختار رمزی حنفی مصری، قاہرہ

☆ ڈاکٹر محمد توفیق مخزومی، دمشق

☆ علامہ سید محمد بن جعفر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے، علامہ سید محمد حمزہ الکتانی، دمشق

☆ محدث جلیل علامہ سید عبدالعزیز الغماری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء) کے فرزند علامہ سید عبدالمغیث الغماری، مراکش

☆ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند شیخ سلمان ابوغدہ حنفی

☆ علامہ محدث فقیہ سید ابراہیم الخلیفۃ حسنی شافعی الاحسائی

☆ علامہ شیخ احمد مہدی حداد حنفی، حلب

☆ محقق شیخ الروایۃ شیخ محمد بن عبداللہ الرشید حنفی، مصنف ''امداد الفتاح''

☆ محقق، شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، استاد جامعہ نظامیہ رضویہ، لاھور

☆ آپ کے فرزند وحید شیخ محمد سلیم مراد ثالث (امام وخطیب ریاست العین)

شیخ محمد علی مراد کی شادی اپنے چچا شیخ محمد ظافر مراد علیہ الرحمہ کی دختر سے ہوئی، جن سے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا پیدا ہوئے، آپ کے فرزند شیخ محمد سلیم مراد ثالث نے دینی علوم کی تکمیل کی اور اب متحدہ عرب امارات کی ریاست العین میں امام وخطیب ہیں، شیخ محمد علی مراد ہجرت کے بعد اپنی اہلیہ سمیت مستقل طور پر مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے، لیکن آپ کے فرزند اور متعدد عزیز واقارب متحدہ عرب امارات کی مختلف ریاستوں میں مقیم تھے، جیسا کہ آپ کے ایک بھائی شیخ عبدالقادر مراد راس الخیمہ میں اور دوسرے بھائی محمد انس مراد الفجیرہ میں، آپ کی اہلیہ کے بھائی حافظ رضوان مراد دبئی میں اور آپ کے بہنوئی شیخ وھبی سلیمان غاوجی شارجہ میں تھے، اس لئے ان سب کے اصرار پر آپ موسم گرما کی تعطیلات میں ہر سال مدینہ منورہ سے عرب امارات تشریف لے جاتے۔

معلوم رہے کہ شیخ وھبی سلیمان غاوجی حنفی البانی ثم الدمشقی حفظہ اللہ تعالیٰ متعدد کتب کے مصنف ہیں جیسا کہ ۹۴ صفحات پر مشتمل آپ کی تصنیف ''كلمته علمية هادية فى البدعته و احكامها'' اپنے موضوع پر اہم کتاب ہے، جس میں بدعت کی تعریف، اقسام اور ان کے بارے میں شرعی احکامات پر اظہار خیال کیا گیا ہے، اس کا پہلا اڈیشن ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء میں مکتبہ امام مسلم بیروت لبنان نے شائع کیا۔

۱۹۹۹ء کے اواخر میں شیخ محمد علی مراد شدید علیل ہوگئے تو آپ کے چھوٹے بھائی شیخ سعدالدین مراد حفظہ اللہ تعالیٰ آپ کو مدینہ منورہ سے اپنے پاس جدہ لے گئے، جہاں کچھ عرصہ آپ کا علاج جاری رہا لیکن زیادہ افاقہ نہ ہوا، آپ نے اپنے بھائی سے فرمایا کہ شاید میرا آخری وقت آپہنچا لہذا علاج معالجہ کو چھوڑو اور مجھے واپس

مدینہ منورہ پہنچانے کی فکر کرو کہ کہیں میری زندگی کی آخری سانس مدینہ منورہ کی حدود سے باہر ہی نہ نکل جائے اور مدینۃ الرسول ﷺ میں موت کی

تمنا پوری نہ ہو، چنانچہ آپ کا علاج موقوف کر کے واپس مدینہ منورہ پہنچا دیا گیا، جہاں آپ کی صحت قدرے بحال ہونے لگی، مئی ۲۰۰۰ء میں آپ کی نقاہت بڑھ گئی تو آپ کے فرزند شیخ محمد سلیم مراد نے دیکھ بھال کے لئے آپ کو متحدہ امارات لے جانے کا قصد کیا لیکن آپ رضا مند نہ ہوئے، ۲۶/مئی کو آپ نے گھر میں محفل ذکر مصطفےٰ ﷺ منعقد کی جو آپ کی زندگی کی آخری محفل تھی۔

۳۰/مئی مطابق ۲۶/صفر ۱۴۲۱ھ بروز منگل بوقت گیارہ بجے دن مدینہ منورہ میں آپ کی قیام گاہ پر آپ کا وصال ہوا، چند ہی لمحوں میں آپ کے وصال کی خبر پورے عالم اسلام میں پھیل گئی اور آپ کے احباب وعقیدت مند نماز جنازہ میں شرکت کے لئے آنے لگے، مدینہ منورہ ائیر پورٹ اور شہر مقدس میں داخل ہونے والی مرکزی شاہراہیں لوگوں اور گاڑیوں سے بھر گئیں، اہل حجاز، شامی، پاکستانی، ہندی ہر نسل کے لوگ آپ کے آخری دیدار کے لئے جوق در جوق پہنچنے لگے [illegible] نے گھر پر ہی غسل دیا، تجہیز وتکفین کی اور اسی روز بعد نماز مغرب مسجد نبوی شریف میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں جم غفیر نے شرکت کی، جو لوگ تاخیر سے پہنچے وہ جنت البقیع میں آپ کی تدفین میں شامل ہوئے اور وہیں پر نماز جنازہ ادا کی، ۲/جون کو عالم اسلام کے مختلف شہروں میں نماز جمعہ پر خطباء نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا اور آپ کے بلندی درجات کے لئے دعا کی، رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی اللہ عنہ۔[۳۰]

مفتی اعظم دمشق حضرت العلامہ الشیخ

الدکتور عبدالفتاح البزم

''دمشق کے بعض لوگوں نے امام احمد رضا کے مؤتمر (کانفرنس) میں شرکت سے مجھے روکنا چاہا کہ ان کے عقائد صحیح نہیں ہیں اور یہ کہ ان کے پیروکار (پاکستانی) بدعقیدی اور بدعتی ہیں، میں نے ان سے کہا کہ میں نے شیخ کی تصانیف پڑھی ہیں اور وہ جو بات کرتے ہیں دلیل سے کرتے ہیں اور ان کے عقائد و معمولات وہی دیکھے جو اہل شام کے ہیں، اس لئے اس مؤتمر میں شرکت کرنے سے کوئی امر مجھے مانع نہیں ہے، باوجود اس کے بعض فروعی معاملات میں دلائل کے ساتھ میں خود بھی شیخ سے اختلاف رکھتا ہوں، لہذا میں اس محفل میں باوجود آخر وقت تک ان کے منع کرتے رہنے کے حاضر ہوا۔

امام احمد رضا کی خصوصیت میں نے یہ دیکھی، وہ جو بھی بات کرتے ہیں دلائل کے ساتھ کرتے ہیں، خواہ اختلاف رائے کا اظہار کر رہے ہوں یا موافقت کا۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ کو ہم اہل شام حرف آخر سمجھتے ہیں لیکن جب میں نے ردالمحتار کی عبارات پر شیخ کی تحقیقات کا مطالعہ کیا تو آپ کی تحقیقات قابل تحسین پائیں، جہاں اختلاف کرتے ہیں وہاں ٹھوس دلائل کے ساتھ اپنا موقف پیش کرتے ہیں اور جہاں علامہ شامی کی موافقت کرتے ہوئے ان کے دلائل پر مزید دلائل کا اضافہ کرتے ہیں تو فقہ حنفی کے اصول اور جزئیات پر ان کی دسترس اور موضوع پر ان کے مطالعہ کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے، یہ ان کی بڑی خوبی ہے۔

بین الاقوامی سطح پر علمی اداروں میں امام احمد رضا رحمہ اللہ پر مزید تحقیقی مقالہ جات لکھوائے جائیں تاکہ امت مسلمہ آپ کے افکار و خیالات سے استفادہ کر سکے۔

جن لوگوں نے آپ پر اعتراضات کیے ہیں، ان کی اصلیت اور حقیقت تحقیق طلب ہے (اصل مواد و مآخذ سے موازنہ کئے بغیر وہ قابل قبول نہیں ہو سکتے)'' [۳۱]

علامہ دکتور عدنان درویش، استاد معهد

الاسلامی دمشق

''میں نے گذشتہ کئی صدیوں کے مجددین کرام کی نگارشات کا مطالعہ کیا ہے لیکن جب امام احمد رضا کی تصانیف نظر سے گزریں تو میں نے محسوس کیا کہ امام موصوف کا تجدیدی و تصنیفی کام ان سب پر بھاری ہے، ان کی تحقیقات، تصنیفات اور عقائد و معمولات کو مملکت شام کے علماء قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں''۔[۳۲]

فضیلة الشیخ الدکتور السید شهاب الدین

فرفور حسنی شامی

''سوریا (شام) کے مسلمان امام احمد رضا کو ایک بڑا فقیہ، مجتہد اور مجدد سمجھتے ہیں، کیونکہ انہوں نے فقہ کی بڑی بڑی کتابوں مسلم الثبوت اور علامہ شامی کے فتاویٰ پر اور ایسے ہی دیگر کئی کتابوں پر حاشیہ اور تعلیقات تحریر کی ہیں، ہمارے ملک شام میں جب سے امام احمد رضا کی تصانیف متعارف ہوئیں ہیں، ہر کوئی ان کی کتب کی طرف رجوع کر رہا ہے''۔[۳۳]

فضیلة الشیخ العلامة الاستاذ احمد سامر

القبانی، دمشق

''میں امام احمد رضا سے سب سے پہلے اس وقت متعارف ہوا جب عرب کے ایک عالم اور فاضل ڈاکٹر

محمد حازم محفوظ مصری کے لکھے ہوئے مقالات اور تصانیف کا مطالعہ کیا اور شیخ احمد رضا پر ایم۔فل کا مقالہ ' امـــام احمد رضا، شاعراً عربیاً ' پڑھا، مجھے ایسا لگا کہ یہ کوئی عرب شاعر ہے، مگر جب معلوم ہوا کہ یہ ہند کے شہر بریلی کے شاعر ہیں تو تعجب کی انتہا نہ رہی کہ عجمی ہوتے ہوئے بھی یہ ایک بہت بڑے عربی شاعر ہیں"۔[۳۴]

الامام احناف علامه الشیخ احمد بن عبدالحلیم الشامی

علامہ الشیخ السید احمد سعید کاظمی محدث ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۲۵/رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ/ ۴/رجون ۱۹۸۶ء) خلیفہ مجاز مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی (متوفی ۱۴/محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/ ۱۲/نومبر ۱۹۸۱ء) بن امام احمد رضا قادری بریلوی (متوفی ۲۵/صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸/اکتوبر ۱۹۲۱ء) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے وصال کے بعد ۱۸/جون ۱۹۸۶ء کو راقم الحروف (خلیل احمد) جامعہ انوار العلوم (قدیم) کچہری روڈ ملتان میں مولانا نور احمد ریاض (ناظم دفتر) سے بغرض ملاقات حاضر ہوا تو انہوں نے دوران گفتگو بتایا کہ علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کے سب سے آخری خلیفہ مجاز ملک شام کے ایک عالم دین ہیں، پھر انہوں نے جامعہ کا رجسٹر دکھایا جس میں نمبر ۱۰۲۱/۸ کے تحت درج ذیل نام اور تاریخ لکھی ہوئی تھی۔

" **فضیلة العلامه الشیخ احمد بن الشیخ عبدالحلیم الشامی امام الاحناف مدیر الاوقاف شام، ۲۵/ رجب المرجب ۱۴۰۶ھ**"۔[۳۵]

ماخذ ومراجع

[۱]۔

الف۔ زرکلی ، خیرالدین : الاعلام[ج ۲] ، بیروت ، دارالعلم للملایین ، ۱۹۹۹/۱۴۱۹ ، ص۲۰

ب۔ کحالہ ، عمررضا : معجم المؤلفین[ج ۱] ، بیروت ، داراحیاءالتراث ،(سن طباعت ندارد)،ص۱۳

ج۔ محمدمطیع ، نزاراباظتہ ، الحافظ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری[الجزء الاول] ، دمشق ، دارالفکر ، ۱۹۸۶/۱۴۰۶ ، ص۳۳۲

[۲]۔مسعوداحمد ، ڈاکٹرمحمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، کراچی ، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ، ۱۹۸۳/۱۴۰۳ ، ص۱۸۳

[۳]

الف۔زرکلی ، خیرالدین : الاعلام[ج ٦] ، ص۴۴

ب۔کحالہ ، عمررضا : معجم المؤلفین[ج ۳] ، ص۱۳

ج۔محمدمطیع ، نزاراباظتہ ، الحافظ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری[الجزء الاول] ، ص۵۰۳

[۴]۔مسعوداحمد ، ڈاکٹرمحمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، ص۱۸۱

[۵]۔امام الدھر،حافظ العصر،مفسر،محدث،فقیہ،لغوی،مفتی،عابدوزاہدشیخ محمد بدرالدین بن یوسف بن بدرالدین الحسنی الحنفی الدمشقی رحمتہ اللہ علیہ ۱۲٦۷ھ/۱۸۵۰ء میں دمشق (شام) میں پیدا ہوئے،آپ کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم

مع سند اور متن حفظ تھی، علوم اسلامیہ میں متون کے بیس ہزار اشعار بھی زبانی یاد تھے، آپ نے اپنی زندگی کو تدریس اور عبادت کے لئے وقف فرمادیا تھا، خلق کثیر آپ سے فیض یاب ہوئی، مولانا شیخ ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں، مولانا ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمہ نے اپنے ایک انٹرویو میں بتایا کہ علامہ بدرالدین شامی علیہ الرحمہ ادب کی وجہ سے مسجد نبی شریف کے باب رحمت میں کھڑے ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھا کرتے تھے، علماء دیوبند کے سرخیل مولوی رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) و مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (م ۱۳۴۶ھ) نے محافل میلاد و قیام کو فعل ہنود مثل کنھیا کے جنم دن وغیرہ سے تشبیہ دی جس کی تفصیل ''براھین قاطعہ'' میں درج ہے۔(انبیٹھوی ، خلیل احمد : براہینِ قاطعہ ،مطبع بلالی پریس ساڈھورہ ، سن طباعت ندارد، ص ۱۵۶) ۱۳۲۹ھ میں مدینہ منورہ میں مقیم ہندوستان کے دو علماء مولانا احمد علی قادری رامپوری، و مولانا محمد کریم اللہ پنجابی نے قول گنگوہی کا عربی ترجمہ کرکے استفتاء کی صورت میں دمشق شام میں محدث سید محمد بدرالدین حسنی (م ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) کی خدمت میں بھیجا، آپ نے اس کے مفصل جواب کے لئے اپنے شاگرد خاص علامہ محمود آفندی عطار دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م [illegible]) کو حکم دیا، علامہ عطار نے قول گنگوہی کا مفصل رد لکھا جو ''استحباب القیام عندذکر ولادتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام'' کے عنوان سے دمشق کے ماہنامہ ''الحقائق'' شمارہ محرم ۱۳۳۰ھ میں شائع ہوا۔ تقریباً سارے علوم اسلامیہ میں آپ کی تصانیف ہیں، تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری[الجزء الاول] میں چوالیس کتابوں کے نام درج ہیں (ص ۴۹۰ تا ۴۹۲)، آپ نے ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء میں دمشق میں وصال فرمایا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے۔ ۱۔ دمشقی ، سید محمد صالح ، فرفور : شیخ محمد بدرالدین حسنی کما عرفتہ ، دمشق ، دارالامام ابی حنیفہ ، ۱۹۸۶/۱۴۰۶ ، اول

۲۔ آل الرشید ، محمد عبداللہ : محدث الشام العلامہ السید بدرالدین حسنی ، ریاض ، مکتبہ الامام الشافعی ، ۱۹۹۸/۱۴۱۹ ، اول

۳۔ نقشبندی ، ڈاکٹر محمد عبدالستار : تذکرہ حضرت محدث دکن ، لاہور ، الممتاز پبلی

کیشنز ، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء ، ص۳۰۵

۴۔محمد مطیع ، نزار اباظۃ ، الحافظ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری[الجزء الاول] ، ص۴۷۳تا۴۹۴

۵۔محمد بہاء الدین شاہ : عنوانِ مقالہ فاضل بریلوی اور علماء مرداد، مشمولہ ، معارف رضا(ماہنامہ) ، کراچی ، شمارہ اگست۲۰۰۰ء ، ص۲۰

۶۔رانا ، خلیل احمد : انوار قطب مدینہ ، لاہور ، مرکزی مجلس رضا ، ۱۴۰۸ھ ، ص۱۶۲

[۶]۔

الف۔ زرکلی ، خیرالدین : الاعلام[ج۷] ، ص۸۲

ب۔ محمد مطیع ، نزار اباظۃ ، الحافظ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری[الجزء الثانی] ، ص۵۷۶

[۷]۔مسعود احمد ، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، ص۱۸۴

[۸]۔

الف۔ الجبوری ، کامل سلمان : معجم الشعراء[الجزء الرابع] ، بیروت ، دارالکتب العلمیہ ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء ، ص۳۰۱

ب۔زرکلی ، خیرالدین : الاعلام[ج۶] ، ص۲۲

ج۔کحالہ ، عمر رضا : معجم المؤلفین[ج۸] ، ص۲۶۱

[۹]۔مسعود احمد ، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، ص۱۷۸

[۱۰]۔

الف۔ کحالہ ، عمر رضا : معجم المؤلفین[ج ۱۰] ، ص۲۹۳

ب۔ محمد مطیع ، نزار اباظۃ ، الحافظ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الهجری[الجزء الاول] ، ص۵۱۷

[۱۱]۔مسعود احمد ، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، ص۱۸۶

[۱۲]۔

الف۔ کحالہ ، عمر رضا : معجم المؤلفین[ج ۱۱] ، ص۲۵۰

ب۔ محمد مطیع ، نزار اباظۃ ، الحافظ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الهجری[الجزء الاول] ، ص۳۴۵

[۱۳]۔مسعود احمد ، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، ص۱۸۰

[۱۴]۔

الف۔ بریلوی ، امام احمد رضا خان : الدولة المکیه بالمادة الغیبیه ، نام مترجم ندارد ، کراچی ، المکتبہ ،کھتاؤمارکیٹ نیونہام روڈ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء ، ص۵۰۷

ب۔ محمد مطیع ، نزار اباظۃ ، الحافظ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الهجری[الجزء الثالث] ، ص۸۱

[۱۵]۔مسعود احمد ، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، ص۱۷۹

[۱۶]۔ب۔ محمد مطیع ، نزار اباظۃ ، الحافظ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الهجری[الجزء الاول] ، ص۳۳۹

[۱۷]۔مسعود احمد ، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، ص۱۸۵

[۱۸]۔

الف۔زرکلی ، خیر الدین : الاعلام[ج ٦] ، ص۱۴۱

ب۔کحالہ ، عمر رضا : معجم المؤلفین[ج ۱۰] ، ص۳۴

ج۔محمد مطیع ، نزار اباظۃ ، الحافظ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری[الجزء الاول] ، ص۳۶۳

[۱۹]۔مسعود احمد ، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، ص۱۸۷

[۲۰]۔

الف۔کحالہ ، عمر رضا : معجم المؤلفین[ج ۱۲] ، ص۲۳۷

ب۔محمد مطیع ، نزار اباظۃ ، الحافظ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری[الجزء الاول] ، ص۴۴۶

[۲۱]۔مسعود احمد ، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، ص۱۹۰

[۲۲]۔

الف۔زرکلی ، خیر الدین : الاعلام[ج۷] ، ص۸۲

ب۔سدیدی الازہری ، ممتاز احمد : حالاتِ مصنف شیخ محمود العطار ، مشمولہ ، ذکر ولادت خیر الانام ﷺ......اردو ترجمہ......استحباب القیام عند ذکر ولادۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام

لاہور ، رضا اکیڈمی ، ۲۰۰۱ء ، ص۵تا۸

ج۔کحالہ ، عمر رضا : معجم المؤلفین[ج ۱۲] ، ص۱۶۴

د۔محمد مطیع ، نزار اباظۃ ، الحافظ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری[الجزء الثانی] ، ص۵۹۶

[۲۳]۔مسعود احمد ، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، ص۱۸۳

[۲۴]۔

الف۔کحالہ ، عمر رضا : معجم المؤلفین[ج ۱۳] ، ص۲۲۰

ب۔محمد مطیع ، نزار اباظتہ ، الحافظ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الهجری[الجزء الاول] ، ص۳۹۶

[۲۵]۔۔مسعود احمد ، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، ص۱۸۸

[۲۶]۔محمد مطیع ، نزار اباظتہ ، الحافظ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الهجری[الجزء الثانی] ، ص۷۱۵تا۷۱۷

[۲۷]۔مسعود احمد ، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، ص۱۸۹

[۲۸]۔

الف۔آل الرشید ، محمد عبداللہ : محدث الشام العلامه السید بدرالدین حسنی ، ص۱۰

ب۔مصباحی ، لیٰسین اختر : امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں ، کراچی ، مکتبہ رضویہ ، ۱۹۹۷ء ، ص۱۸۱تا۱۸۵

ب۔نقشبندی ، ڈاکٹر محمد عبدالستار : تذکرہ حضرت محدث دکن ،ص۳۴۲

ج۔نقشبندی ، ڈاکٹر محمد عبدالستار : تذکرہ حضرت محدث دکن ، لاہور ،المتاز پبلی کیشنز ، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء ، ص۳۴۲

د۔مقالہ نگار : حافظ محمد ادریس ، مشمولہ ، ترجمان القرآن(ماہنامہ) ،لاہور ، جلد۱۲۴ : شمارہ۵ ، محرم۱۴۱۸ھ/مئی۱۹۹۷ء ،ص۵۹تا۶۳

[۲۹]۔مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کی وفات ۱۰رجولائی ۱۹۳۸ء کو پرتگال کے شہر دمن میں ہوئی لیکن

آپ کو جنت البقیع مدینہ منورہ میں دفن کیا گیا، جیسے کہ مولانا سید محمد عبداللہ غزنوی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کینیا (افریقہ) کے شہر نیروبی میں ۱۷رجب ۱۳۷۲ھ/۱۳ اپریل ۱۹۵۲ء کو ہوئی لیکن مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ نے ان کی وصیت کے مطابق مولانا محمد عبداللہ شاہ غزنوی علیہ الرحمہ کی میت کو بذریعہ خصوصی طیارہ مدینہ منورہ لاکر جنت البقیع میں دفن کیا۔(رانا ، خلیل احمد : **سوانح حیات مبلغ اسلام علامہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قادری رحمتہ اللہ علیہ** ، کراچی ، ورلڈ اسلامک مشن ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء ، ص۱۴،۵۵)

[۳۰]۔انصاری ،عبدالحق : **فضیلۃ الشیخ محمدعلی مرادشامی** ، چھونبی (ضلع چکوال) ،بہاءالدین زکریا لائبریری ، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء ، ص۵تا۲۹

[۳۱]۔ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی، شمارہ ۴، جلد ۲۵، جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ/ جون ۲۰۰۵ء، ص ۷

[۳۲]۔ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی، شمارہ ۴، جلد ۲۵، جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ/ جون ۲۰۰۵ء، ص ۷

[۳۳]۔ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی (پاکستان) شمارہ ۵، جلد ۲۶، ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ/ مئی ۲۰۰۶ء، ص ۷

[۳۴]۔ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی (پاکستان) شمارہ ۵، جلد ۲۶، ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ/ مئی ۲۰۰۶ء، ص ۷

[۳۵]۔یادداشت احقر خلیل احمد رانا